جولائی ۱۹۹۵

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیرِ مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

موجودہ حالات میں

اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کی صورت

امیر تنظیم اسلامی کے خطاب سے ماخوذ

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

"شہیدِ مظلوم، حضرت عثمان غنیؓ" کے بعد مرکزی انجمن کی مطبوعات میں

ایک خوشگوار اضافہ

خلیفۂ رابع حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب پر مشتمل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک نہایت مؤثر اور جامع خطاب

مثیلِ عیسیٰؑ ـــ علیؓ مرتضیٰؓ

اب کتابی صورت میں دستیاب ہے

صفحات ۵۲، عمدہ طباعت، قیمت (اشاعت عام) -/۷ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی سے عمومی استفادے اور
عربی زبان کی تحصیل کے لئے

خط و کتابت کورس

(زیر اہتمام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور)

میں داخلہ لیجئے اور گھر بیٹھے قرآن حکیم کی رہنمائی اور عربی زبان کی تدریس
سے فائدہ اٹھایئے

ہر دو کورس کے پراسپکٹس، داخلہ فارم اور دیگر تفصیلات شعبہ خط و کتابت کورس،
قرآن کالج، ۱۹۱۔اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے طلب کریں

فون: 833637-833638

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

جلد : ۴۴

شمارہ : ۷

صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

جولائی ۱۹۹۵ء

فی شمارہ -/۷

سالانہ زرتعاون -/۷۰

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

برائے سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات اور بھارت	۴۵ سعودی ریال یا ۱۲ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک جاپان وغیرہ۔	۱۶ امریکی ڈالر
شمالی و جنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۲۰ امریکی ڈالر
ایران، عراق، اومان، مسقط، ترکی، شام، اردن، بنگلہ دیش، مصر	۹ امریکی ڈالر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۵۸۶۹۵۰۱-۵۸۶۹۵۰۲

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆ عرض احوال ———— ۳
حافظ عاکف سعید

☆ الھدٰی (قسط : ۱۲) ———— ۷
ام المسبحات : سورۃ الحدید (۱) — ڈاکٹر اسرار احمد

☆ تنظیم اسلامی کی دعوت (۳) ———— ۱۷
موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کی صورت
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ حسن عمل کی فضیلت ———— ۳۱
اور اس میں مرد و زن کی برابری — مولانا اخلاق حسین قاسمی

☆ نقطہ نظر ———— ۴۲
اسلامی نظام عدل — چوہدری خالد نذیر

☆ فصبر جمیل ———— ۵۱
پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ گوشہ خواتین ———— ۵۷
○ "بابر نہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ است" — طیبہ یاسمین
○ من الظلمت الی النور — میوس بی جولی

☆ رفتار کار ———— ۶۷
دو دن امیر تنظیم اسلامی کی معیت میں — ابو عمیر مہرانی

☆ افکار و آراء ———— ۷۵
○ سانحہ چرار شریف : پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ — فرزانہ ناز
○ کیا پردہ محض "رواج" ہے؟ — مظہر علی ادیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض احوال

ملک کے ایک اہم شہر بلکہ بعض اعتبارات سے اہم ترین شہر کراچی کے حالات کی سنگینی اب جس انتہا کو چھو رہی ہے اس نے فی الواقع ہر درد مند پاکستانی کو حواس باختہ کر دیا ہے۔ روزانہ صبح اخبار کا سامنا کرتے ڈر لگتا ہے کہ صفحہ اول قریباً روز ہی اہل کراچی کے خون سے رنگین ملتا ہے۔ حکومت اور ایم کیو ایم دونوں قومی و ملکی مفادات سے بے نیاز اپنے اپنے موقف پر اڑے ہوئے ہیں لہٰذا کوئی مفاہمت ہو تو کیسے ہو اور حالات میں بہتری ہو تو کیونکر ہو! ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے!! کراچی کے طول و عرض میں دہشت گردی کا عفریت پوری قوت سے چنگھاڑ رہا ہے' خوف و دہشت کا یہ عالم ہے کہ کراچی کی سڑکیں اور بازار تو "کوئی ویرانی سی ویرانی ہے" کا نقشہ پیش کر رہی رہے ہیں دوسرے شہروں سے کراچی جانے والی پروازیں بھی مسافروں سے خالی اور عملے سے تہی نظر آتی ہیں۔ یہی نہیں پورا ملک ایک عجیب داخلی انتشار کا شکار ہے۔ ملک بھر میں امن عامہ کی صورت حال انتہائی خراب ہے۔ ڈاکوؤں اور تخریب کاروں کی دست برد سے کوئی بھی صوبہ بچا ہوا نہیں ہے۔ حکومتی ادارے امن و امان قائم کرنے میں قطعی طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ اس سب پر مستزاد' روز افزوں گرانی اور نت نئے ٹیکسوں کا بارِ گراں ہے جس نے ملکی آبادی کے ایک بہت بڑے حصے کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ نتیجۃً ہڑتالوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو چکا ہے جو کسی بھی اعتبار سے ملکی مفاد میں نہیں ہے۔

دوسری جانب سرحدوں کی صورت حال بھی قطعاً اطمینان بخش نہیں ہے' بالخصوص کشمیر میں حالات انتہائی مخدوش ہیں۔ کشیدگی اس درجے بڑھ چکی ہے کہ کسی بھی لمحے جنگ چھڑ سکتی ہے جو ظاہر ہے کہ محض کشمیر تک محدود نہیں رہے گی۔ گویا داخلی حالات "تن ہمہ داغ داغ شد' پنبہ کجا کجا نہم" کا نقشہ پیش کر رہے ہیں تو خارجی حالات پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ۔

الٰہی خیر میرے آشیاں کی　　زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی!

کشمیر کے معاملے میں امریکی عزائم اب کھل کر سامنے آنے لگے ہیں۔ ۲۳/ جون کے خطابِ جمعہ میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اس خدشے کا کھلے لفظوں میں اظہار کیا تھا کہ کشمیر کے بارے میں امریکہ کا پیمانۂ صبر اب چھلکنے لگا ہے اور بہت جلد وہ کسی بہانے اپنی افواج 'اقوامِ متحدہ کی آڑ میں' وہاں اتار کر اس علاقے کو اپنے اہم اڈے کے طور پر استعمال کرے گا۔ اگلی صبح کے اخبار کی شہ سرخیاں امیر تنظیم کے اس خدشے کی توثیق کر رہی تھیں۔ روزنامہ "نوائے وقت" نے جو شہ سرخی جمائی اس کا مضمون کچھ یوں تھا کہ امریکی سینٹ میں ایک قرارداد پاس ہوئی ہے جس میں کلنٹن انتظامیہ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر حل کرانے میں کردار ادا کرے۔ نیز سینیٹر ریڈ کے اس بیان کو بھی ذیلی سرخی کے طور پر شائع کیا گیا کہ "پاک بھارت تنازعہ نازک صورت اختیار کر چکا ہے' دونوں ملکوں کے درمیان ایٹمی جنگ چھڑنے کا خطرہ ہے' ہمارا مقصد اس خطرناک علاقے میں خونی جنگ کو روکنا اور کشیدگی ختم کرانا ہے"۔ گویا امریکہ خدائی فوجدار بن کر کشمیر میں فوجی مداخلت کے لئے پر تول رہا ہے۔ ۲۳/ جون کے خطابِ جمعہ میں ملکی حالات پر امیر تنظیم کے تبصرے پر مشتمل پریس ریلیز کا متعلقہ حصہ ہم ذیل میں ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں :

> "محسوس ہو رہا ہے کہ تبدیلیٔ حکومت کا موسم آنے والا ہے جس کے شواہد واضح انداز میں دکھائی دے رہے ہیں۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ امریکہ بھی موجودہ حکومت سے ناراض ہو گیا ہے۔ موجودہ حکومت چکی کے دو پاٹوں کی گرفت میں آ چکی ہے۔ مضبوط اپوزیشن اور عوام کے دباؤ کی وجہ سے حکومت نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے مطالبات پورے نہیں کئے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاید عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط کو تسلیم نہ کرنا اور ایران کے گھیراؤ کی امریکی پالیسی کو آگے نہ بڑھانے کی وجہ سے "چچا سام" موجودہ حکومت سے ناراض اور برہم ہے۔ امریکہ کشمیر کے مسئلے پر ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کرانا چاہتا ہے تاکہ دونوں ممالک میں ایٹمی جنگ کے خطرے کا شور مچا کر کشمیر میں اقوام متحدہ کی فوجیں اتار سکے۔ موجودہ حکومت اس ضمن میں بھی امریکہ کی بات ماننے کے لئے تیار نظر نہیں آتی۔ تاہم حکومت اور روایتی سیاسی عناصر امریکی دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتے بلکہ ایک انقلابی پارٹی اور اس کی قیادت ہی بیرونی طاقتوں کے دباؤ کو توڑ سکتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ اسلامی انقلاب کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے جہاں

بھارتی حکومت کشمیری مسلمانوں کے قتل عام اور کشمیری خواتین کی بے حرمتی میں مصروف ہے۔ دوسری طرف پوری قوم میں غیرت و حمیت کی حس گویا کہ ختم ہو چکی ہے جس کا مظہر ہماری مصنوعی ٹھاٹھ باٹھ کی حامل نمائشی تقریبات ہیں جن میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نواز شریف نے بھی اسلام کے حوالے سے اپنے آپ کو بنیاد پرستی کے تصورات سے علیحدہ اور "پاک" کرلیا ہے اور اب وہ اسلام کا نام بھی نہیں لیتے۔ ملک کی مذہبی سیاسی جماعتیں سیاسی میدان سے آؤٹ ہو چکی ہیں جس کا ایک مظہر یہ ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اور مضبوط مذہبی سیاسی جماعت کے امیر قاضی حسین احمد' سیاسی اعتبار سے اس انتہائی نازک موقع پر ملک سے باہر ہیں.....''

☆ ☆ ☆

قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ کراچی کے مسئلے پر ۲۹ جون کو تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے زیرِ اہتمام ایک بھرپور سیمینار منعقد کیا جارہا ہے جس میں ملک کے معروف اصحابِ فکر و نظر کی ایک قابلِ ذکر تعداد کی شرکت متوقع ہے۔ جن اصحاب نے آج کی تاریخ تک اس سیمینار میں شرکت کا وعدہ کیا ہے ان میں جسٹس نسیم حسن شاہ' ایس ایم ظفر' راجہ ظفرالحق' جنرل حمید گل اور جناب حنیف رامے شامل ہیں۔ اس سیمینار میں ہمارے لئے موقع ہو گا کہ ہم ان اصحابِ فکر و نظر کے سامنے مسئلہ کراچی کے حل کے ضمن میں اپنا موقف وضاحت کے ساتھ پیش کرسکیں' ان کے خیالات سے بھی استفادہ کریں اور کسی متفقہ رائے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ السّعیُ مِنّا والاِتمامُ مِنَ اللّٰہ'

☆ ☆ ☆

امیر تنظیم کے برادرِ عزیز' محترم اقتدار احمد کا سانحہ ارتحال

اکثر رفقاء و احباب تک یہ افسوسناک اطلاع پہنچ چکی ہو گی کہ امیر محترم کے چھوٹے بھائی اور راقم کے چچا و خسر محترم اقتدار احمد صاحب ۶/ جون کو صبح ۳ بجے قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ وہ گزشتہ چار ماہ سے علیل تھے۔ مرحوم کا امیرِ تنظیم سے رشتہ محض ایک بھائی ہی کا نہیں تھا' وہ غلبہ و اقامتِ دین کی اس جدوجہد میں

فی الواقع امیر محترم کے دست و بازو تھے۔ ندائے خلافت کے وہ مدیر تو تھے ہی' ۱۹۸۸ء میں ندا کے اجراء سے قبل کچھ عرصہ وہ "میثاق" کے ساتھ بھی بطورِ مدیر وابستہ رہے۔ مرکزی انجمن خدام القرآن' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت' تینوں اداروں کے ساتھ ان کا مالی و عملی تعاون مثالی رہا۔ ان کی وفات تمام وابستگانِ تنظیم و تحریک کے لئے بالعموم اور امیرِ تنظیم اسلامی کے لئے بالخصوص ایک بڑے المیہ کا درجہ رکھتی ہے! تاہم ایک بندۂ مومن کے لئے صبر ہی بہترین روش ہے اور رضائے رب پہ راضی رہنا اس کا اصل شعار ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی خطاؤں سے درگزر فرمائے' انہیں اپنے دامنِ رحمت میں داخل فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھردے۔ آمین۔

اقتدار احمد صاحب کی وفات پر ہمیں بہت بڑی تعداد میں تعزیتی خطوط و پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ کچھ رفقاء و احباب اور بعض اہل قلم حضرات نے مرحوم کے بارے میں اپنے تفصیلی تاثرات بھی ہمیں ارسال کئے ہیں۔ مزید بر آں امیر تنظیم اسلامی نے بھی ہماری درخواست پر مرحوم کے بارے میں اپنے تاثرات ایک انٹرویو کی شکل میں ریکارڈ کرائے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو مرتّب کر کے یکجا طور پر آئندہ "ندائے خلافت" میں شائع کرنے کا خیال ہے جو امید ہے کہ جولائی کے پہلے ہفتے میں مارکیٹ میں آجائے گا۔ چنانچہ "ندائے خلافت" کا آئندہ شمارہ اس حوالے سے ایک خصوصی نمبر کے طور پر شائع ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ ہمیں یقین ہے کہ مرحوم سے تعلق رکھنے والے تمام رفقاء و احباب اس پرچے کو ضرور حاصل کریں گے۔ OO

رفقاء تنظیم اسلامی نوٹ فرمالیں!

اِن شَاءَ اللّٰہ

آئندہ مبتدی و ملتزم تربیت گاہ

قرآن اکیڈمی کراچی میں' ۱۴ تا ۲۰ جولائی ۹۵ء منعقد ہو گی

المعلن : ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

الہدیٰ قسط: ۶۲

اُمّتِ مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن حکیم کی جامع ترین سورت

اُمُّ المسبِّحات: سورۃُ الحدید

(۱)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ امّا بعد فاعُوذ
باللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ
مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ صدق
اللّٰهُ العظيم

الحمد للہ' ثم الحمد للہ کہ ہم اپنے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے آخری حصے تک پہنچ گئے ع

شکر صد شکر کہ جمازہ بمنزل رسید!

اس منتخب نصاب کی ترتیب' جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا' کچھ یوں ہے کہ یہ چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ درمیانی چار حصے یعنی دوسرا' تیسرا' چوتھا اور پانچواں حصہ سورۃ العصر میں وارد شدہ چار لوازمِ فلاح یا شرائطِ نجات میں سے ایک ایک کی شرح و تفصیل پر مشتمل

ہے۔یعنی i) ایمان' ii) عمل صالح' iii) تواصی بالحق اور vi) تواصی بالصبر۔اس کے اول و آخر میں یعنی پہلے اور چھٹے حصے میں کچھ جامع اسباق شامل کئے گئے ہیں کہ جن میں ان چاروں لوازمِ نجات کا بیان جامعیت کے ساتھ آیا ہے۔یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ پہلا سبق چار اسباق پر مشتمل ہے' جبکہ آخری حصہ ایک ہی سورت یعنی سورۃ الحدید پر مشتمل ہے جو چار رکوعوں پر پھیلی ہوئی ہے۔یہ سورۂ مبارکہ ستائیسویں پارے کے بالکل آخر میں وارد ہوئی ہے۔اس کی ابتدائی چھ آیات پر مشتمل اس سورۂ مبارکہ کا پہلا حصہ اِس وقت ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ترتیبِ مصحف میں یہ سورۂ مبارکہ جس مقام پر وارد ہوئی ہے اور جامعیت کے اعتبار سے اس کا جو مرتبہ و مقام ہے' اس کے بارے میں ان چند باتوں کو اجمالاً ذہن میں تازہ کر لیجئے جو ترتیبِ مصحف سے متعلق پہلے بھی کسی موقع پر عرض کی جا چکی ہیں ۔

سورتوں کی گروپ بندی

قرآن حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں کی ایک معروف تقسیم تو یہ ہے کہ یہ سات اَحزاب یا سات منزلوں میں منقسم ہیں جو حجم کے اعتبار سے قریباً مساوی ہیں۔اس تقسیم سے مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ ایک منزل کی تلاوت کرے تو ایک ہفتے میں قرآن مجید ختم کر لے۔البتہ چونکہ یہ تقسیم دورِ نبویؐ میں موجود تھی لہٰذا اس میں حسن کا یہ پہلو موجود ہے کہ سورۂ فاتحہ کو اگر الگ رکھیں کہ یہ پورے قرآن مجید کے لئے ایک دیباچہ اور مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے تو پہلی منزل میں تین سورتیں ہیں' دوسری میں پانچ' تیسری میں سات' چوتھی میں نو' پانچویں میں گیارہ' چھٹی میں تیرہ اور پھر ساتویں منزل میں' جسے حزبِ مفصّل کہا جاتا ہے' ساٹھ سے زائد سورتیں شامل ہیں۔

تاہم ایک تقسیم ان سورتوں کی اور بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں مکی اور مدنی سورتیں گڈمڈ نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں بڑی معنویت پنہاں ہے۔چنانچہ ایک ترتیب میں آنے والی مکی اور مدنی سورتوں کو جمع کر کے اگر گروپ بندی کی جائے تو اس طرح بھی سات گروپ وجود میں آتے ہیں۔اس طرح سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا آغاز ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے ہوتا ہے اور اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر۔

یہ گروپ بندی معنوی لحاظ سے ہے' چنانچہ اس میں حجم کالحاظ نہیں ہے۔ کوئی گروپ بہت طویل ہے اور کوئی بہت مختصر۔ لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کے اجتماع سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا کوئی ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے جسے اس گروپ میں شامل مکی اور مدنی سورتیں مل کر مکمل کرتی ہیں۔ اس مضمون کا ایک رخ اس گروپ کی مکی سورتوں میں بیان ہوتا ہے تو دوسرا رخ اسی گروپ کی مدنی سورتوں کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ یوں دونوں مل کر اس مضمون کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس طرح کے بھی سات ہی گروپ قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں۔ پہلے اور آخری گروپ میں ایک عجیب عکسی (reciprocal) نسبت ہے کہ پہلے گروپ میں مکی سورت صرف ایک ہے' یعنی سورۃ فاتحہ جو نہایت مختصر سورۃ ہے اور کل سات آیات پر مشتمل ہے' جبکہ مدنی سورتیں چار ہیں جو بہت طویل ہیں اور تقریباً سات پاروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یعنی سورۃ البقرہ' آل عمران' النساء اور المائدہ۔ اس کے بالکل برعکس ہے آخری گروپ جو آخری دو پاروں پر محیط ہے۔ اس کا آغاز سورۃ الملک سے ہوتا ہے اور تقریباً یہ پورے دونوں پارے مکی سورتوں پر ہی مشتمل ہیں' صرف آخر میں چھوٹی چھوٹی چند سورتیں مدنی ہیں۔ یہ تو تھا معاملہ پہلے اور آخری گروپ کا' درمیانی گروپوں میں بھی بڑا توازن نظر آتا ہے۔ دوسرا گروپ اور آخری سے دوسرا یعنی چھٹا گروپ اس پہلو سے نہایت متوازن ہیں کہ ان میں مکی اور مدنی سورتوں کا تناسب تعداد اور حجم کے اعتبار سے قریباً مساوی ہے۔ (الانعام اور الاعراف مکیات ہیں' جبکہ الانفال اور التوبہ مدنیات) ---- جبکہ چھٹے گروپ میں سات سورتیں مکی ہیں جو تقریباً ایک پارے یا اس سے قدرے زائد پر پھیلی ہوئی ہیں' اور دس سورتیں مدنی ہیں جو حجم کے اعتبار سے تقریباً سوا پارہ بنتی ہیں۔ گویا کہ وہی توازن جو دوسرے گروپ میں تھا یہاں چھٹے گروپ میں بھی موجود ہے۔ اس گروپ کے بارے میں یہ بات بڑی نمایاں ہے کہ اس کی مکیات فصاحت و بلاغت' ترکیبِ الفاظ اور صوتی آہنگ (rhythm) کے اعتبار سے قرآن مجید میں منفرد مقام اور نمایاں مرتبے کی حامل ہیں' یعنی سورۃ قٓ' سورۃ الذاریات' سورۃ الطور' سورۃ النجم' سورۃ القمر' سورۃ الرحمٰن اور سورۃ الواقعہ۔ ان میں ایک سورۃ وہ بھی ہے یعنی سورۃ الرحمٰن جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے "عروس القرآن" قرار دیا ہے گویا لفظی اور ادبی اعتبار سے قرآن مجید کا حسین ترین حصہ یہی ہے کہ جو اس گروپ کی مکیات پر مشتمل ہے۔ اور اس گروپ کی مدنیات بھی دو اعتبارات سے نمایاں مقام و مرتبے کی حامل ہیں۔ ایک تو اس پہلو سے کہ مدنی سورتوں کا اتنا بڑا اکٹھ قرآن حکیم میں اور کہیں نہیں ہے' اور دوسرے اس پہلو سے کہ ان سورتوں میں اہم مضامین کے خلاصے آگئے ہیں جن کی ہمارے نقطۂ نگاہ سے بڑی اہمیت ہے۔ قرآن مجید کے بہت سے اہم موضوعات بالخصوص وہ کہ جو مسلمانوں سے بحیثیتِ امتِ مسلمہ متعلق ہیں' جو طویل مکی اور مدنی سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آئے ہیں' ان سب کے خلاصے گویا ان دس چھوٹی سورتوں کی شکل میں ہمیں عطا کر دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دس میں سے چھ سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں جن میں سے پانچ کا مطالعہ اس سے قبل ہم کر چکے ہیں' یعنی سورۃ الصف' سورۃ الجمعہ' سورۃ المنافقون' سورۃ التغابن' اور سورۃ التحریم' اور چھٹی سورۃ (الحدید) ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ بات پہلے بھی کسی موقع پر عرض کی جا چکی ہے کہ ان دس سورتوں میں سے پانچ کی اضافی امتیازی شان یہ ہے کہ ان کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے' سَبَّحَ لِلّٰهِ یا یُسَبِّحُ لِلّٰهِ کے الفاظِ مبارکہ سے۔ ان کے لئے ایک مجموعی نام "المُسَبِّحَات" تجویز کیا گیا ہے۔ ان المُسَبِّحَات میں سورۃ الحدید' سورۃ الصف' سورۃ الجمعہ اور سورۃ التغابن شامل ہیں جن میں سوائے سورۃ الحشر کے' بقیہ چاروں سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔

سورۃ الحدید۔ اُمُّ المُسبّحات

اس گروپ کی پہلی سورۃ ہے سورۃ الحدید' جو اس سلسلۂ سُوَر کی طویل ترین سورۃ ہے اور چار رکوعوں میں پھیلی ہوئی ہے' جبکہ بقیہ ۹ سورتوں میں سے دو سورتیں تین تین رکوعوں کی ہیں اور باقی سات دو دو رکوعوں پر مشتمل ہیں۔ سورۃ الحدید کو اس پہلو سے اس گروپ کی جامع ترین سورۃ قرار دیا جا سکتا ہے کہ یہ ان تمام مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو بقیہ سورتوں میں الگ الگ زیر بحث آئے ہیں۔ اس اعتبار سے اسے اگر "اُمّ

اَلْمُسَبِّحَات" کہا جائے تو بات غلط نہیں ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ امت کے نام قرآن کا جو پیغام ہے یا دوسرے لفظوں میں قرآن حکیم جو کچھ امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بحیثیتِ امت کہنا چاہتا ہے' اس کا خلاصہ اس ایک سورۃ مبارکہ میں پورے طور پر موجود ہے۔

سورۃ کا ابتدائی حصہ۔ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی بحث

مضامین کے اعتبار سے اس سورۂ مبارکہ کو سات حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ ابتدائی چھ آیات پر مشتمل ہے۔ یہ چھ آیات واقعہ یہ ہے کہ میرا تو بڑا گہرا تاثر ہے' ہو سکتا ہے کہ یہ میری نگاہ کے محدود ہونے پر مبنی ہو لیکن ان چھ آیات کے بارے میں یہ میرا بڑا گہرا احساس ہے کہ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی بحث جس اعلیٰ ترین علمی سطح پر اور جس قدر جامعیت کے ساتھ سورۃ الحدید کی ان ابتدائی آیات میں آئی ہے' میرے ناقص علم کی حد تک پورے قرآن حکیم میں اس کی کوئی اور نظیر نہیں ہے۔ اسی طرح اسی سلسلۂ مسبّحات میں سورہ حشر کے آخیر میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ایک گلدستہ ہمیں ملتا ہے۔ وہاں جتنے اسماء یکجا آئے ہیں' قرآن مجید کے کسی دوسرے مقام پر اللہ کے اتنے نام جمع نہیں ہوئے۔ یہ اس گروپ میں شامل سورتوں کی کچھ امتیازی خصوصیت اور امتیازی شان ہے۔ سورۃ الحدید کی یہ ابتدائی چھ آیات بلاشبہ معرفتِ خداوندی کا ایک بہت بڑا خزانہ ہیں کہ ان میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا بیان اعلیٰ ترین علمی سطح پر ہوا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم لفظ بلفظ ان آیات کا مطالعہ شروع کریں' مناسب ہو گا کہ یہ وضاحت کر دی جائے کہ "اعلیٰ ترین علمی سطح" سے ہماری مراد کیا ہے۔

قبل ازیں اشارتاً یہ بات کہی جا چکی ہے اور حقیقت واقسامِ شرک کے ضمن میں بھی یہ بات ضمناً زیر بحث آئی تھی کہ اپنے ذہن اور شعور کی سطح کے اعتبار سے سب لوگ برابر نہیں ہوتے' اس کے بے شمار مختلف درجے ہیں۔ جبکہ یہ قرآن "هُدًى لِلنَّاسِ" ہے"۔ پوری نوع انسانی کے لئے ہدایت بن کر نازل ہوا ہے۔ یہ عوام کے لئے بھی ہدایت ہے جن میں کاشتکار' دہقان اور مزدور سب شامل ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے سے

بڑے مفکر' بڑے سے بڑے فلسفی اور بڑے سے بڑے دانشور (Intellectual) کے لئے بھی کہ جس کے سامنے فلسفے کے بڑے پیچیدہ مسائل ہوں اور وہ ان پر غور و فکر کر رہا ہو' یہی قرآن مجید ہے کہ جو ان سب کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سارا سامان اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ان کی ذہنی پیاس کی سیری کا پورا سامان اور ان کی ساری علمی و فکری ضروریات کو پورا کرنے والا یہی قرآن مجید ہے۔ تاہم اس اعلیٰ ترین ذہنی سطح کے لوگوں سے قرآن کا تخاطب بالعموم بطرزِ خفی ہوتا ہے۔ بطرزِ جلی جو چیزیں زیادہ نمایاں ہو کر اور بار بار سامنے آتی ہیں ان میں بالعموم عوام الناس کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے اور اسی لئے عام فہم انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ ذہین اور صاحبِ فہم لوگوں (Intellectuals) کے لئے قرآن مجید میں جابجا اشارات موجود ہیں۔ وہ اشارے کہ جو ان کی ذہنی رہنمائی کے لئے کفایت کریں اور جن پر غور و فکر کے ذریعے وہ اپنی علمی و فکری الجھنوں کو رفع کر سکیں۔ چنانچہ عام فہم انداز میں توحید کا مسئلہ ہمیں قرآن حکیم میں بے شمار واقعات پر اور مختلف اسالیب میں ملتا ہے لیکن اپنی بلند ترین سطح پر یہ ان آیاتِ مبارکہ میں زیر بحث آیا ہے۔

پہلی آیت۔ تسبیح باری تعالیٰ کا مفہوم

سورۃ کا آغاز ان پر شکوہ الفاظِ مبارکہ سے ہوتا ہے : ﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ "تسبیح کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے"۔ یہ سورۂ مبارکہ سلسلۂ مسبّحات کی پہلی کڑی ہے۔ تسبیح کے مفہوم پر سورۃ التغابن کے درس کے دوران تفصیلاً بحث ہو چکی ہے' بلکہ پھر کچھ اجمالی اشارے سورۃ الجمعہ اور سورۃ الصف کے درس کے دوران بھی اس ضمن میں کئے گئے ہیں۔ یہاں یہ نوٹ کیجئے کہ یہ سلسلۂ مسبّحات کی پہلی سورۃ ہے۔ یہاں تسبیح کے ساتھ "لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے الفاظ آئے ہیں۔ آگے چل کر اسی میں تاکید کا رنگ پیدا ہو گا۔ چنانچہ بعد کی سورتوں میں "مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" کے الفاظ آئے ہیں۔ اسی طرح یہاں "سَبَّحَ" صیغہ ماضی ہے اور اس کے بعد دو اور سورتوں یعنی سورۃ الحشر اور سورۃ الصف میں یہ لفظ اسی شکل میں آیا ہے لیکن پھر آخری دو سورتوں (الجمعہ اور

التغابن) میں یہ لفظ مضارع کے صیغہ "یُسَبِّحُ" میں ڈھل گیا۔ توازن کا اس درجے اہتمام ہے کہ "یُسَبِّحُ" کا لفظ ایک بار سورۃ الحشر کے اختتام پر بھی لایا گیا ہے۔ اس طرح تسبیح کا ذکر تین مرتبہ فعل ماضی میں ہوا اور تین ہی مرتبہ فعل مضارع میں۔ گویا پورے زمان (ماضی' حال اور مستقبل) کا احاطہ ہو گیا اور "مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ" کے الفاظ چونکہ مکان کو محیط ہیں لہٰذا ان دونوں میں تسبیح باری تعالیٰ کے ذکر میں گویا زمان و مکان کا کامل احاطہ کر لیا گیا۔ کہ یہ تسبیح ہر شے کر رہی ہے' خواہ آسمانوں کی ہو یا زمین کی۔ ہمیشہ سے کر رہی ہے' ہر آن کر رہی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔

تسبیح و تحمید کے ذریعے معرفتِ خداوندی کا جو طریقہ قرآن تجویز کرتا ہے یہ اس دریا کو ایک کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ ان الفاظ میں ان عظیم حقائق کو سمو لیا گیا ہے جو قرآن مجید میں طویل مکی سورتوں مثلاً الانعام اور النحل میں تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ : ﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ "کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور خود ان کے اپنے باطن میں بھی' یہاں تک کہ یہ بات ان پر پورے طور پر مبرہن ہو جائے گی کہ قرآن جس بات کی دعوت دے رہا ہے وہ حق ہے۔ ان آیاتِ آفاقی و انفسی کا تفصیلی حوالہ قرآن مجید میں ہمیں جا بجا ملتا ہے۔ اس مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھو' چاند تاروں کو دیکھو' آسمانوں کو دیکھو' زمین کو دیکھو' ہواؤں کے چلنے اور موسموں کے تغیر و تبدل پر غور کرو' رات اور دن کے الٹ پھیر پر ذرا دھیان کرو' یہ سب کچھ کس کی حکمت کا مظہر ہے؟ یہ کس کی صناعی اور خلاقی کے مظاہر ہیں؟ وہ کونسا ذہن ہے کہ جو اس پورے نظام کی پشت پر کار فرما ہے؟ وہ حکیم کون ہے جس کی حکمت کے یہ مظاہر ہیں؟ کون ہے وہ خلاق جس کی خلاقی کا یہ نقشہ سامنے آ رہا ہے؟ وہ المصور اور الباری کون ہے کہ جس کی تصویر گری کا یہ کمال تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بڑے پیارے انداز میں کہا ہے اصغر گونڈوی نے کہ۔

ردائے لالہ و گل پردۂ ماہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں' عجیب عالم ہے!

کوئی ہے کہ جو اس پردۂ زنگاری میں چھپا ہوا ہے۔ ہر شے اپنی ذات سے اس کے کمالات کا اظہار کر رہی ہے۔ ہر شے اپنے وجود سے اس کے ہر نقص سے بری اور ہر عیب سے پاک ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ یہ ہے تسبیح باری تعالیٰ جس میں اس کائنات کا ایک ایک ذرہ لگا ہوا ہے' سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ! قرآن نے معرفتِ خداوندی کا یہی راستہ کھولا ہے۔ اگرچہ ایک راستہ اور بھی ہے جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے۔ کچھ لوگ وہ بھی ہیں کہ جو اس راستے کی طرف زیادہ ذہنی رجحان اور میلانِ طبع رکھتے ہیں جس کی تعبیر علامہ اقبال نے نہایت خوبصورت الفاظ میں کی ہے کہ ؎

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی !

اپنے اندر جھانکو' تم اللہ کی آیات کا مشاہدہ کرو گے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا' قرآن مجید میں اس کی جانب واضح اشارہ موجود ہے : ﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ یہ الفاظ سورہ حٰم السجدہ کی آخری آیت کے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الذاریات میں فرمایا گیا : "وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" کیا تم دیکھتے نہیں' کیا تم کبھی جھانکتے نہیں اپنے باطن میں' اللہ کی آیات تمہارے اپنے باطن میں موجود ہیں۔ اللہ کی معرفت تمہارے قلب میں اور اس کی خداوندی کی ایک سلگتی ہوئی چنگاری تمہاری روح کے اندر موجود ہے۔ تمہارے باطن میں اللہ کی نشانیاں اسی طرح موجود ہیں جیسے آفاق میں اس کی نشانیاں ہر چہار طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ بہرکیف قرآن مجید اسی انداز سے معرفت خداوندی اور ایمان باللہ کی طرف دعوت دیتا ہے کہ یہ آسمان و زمین اور یہ بے شمار مظاہر فطرت تمہارے سامنے ہیں' ان کا مطالعہ کرو' ان پر غور کرو' ان کے ذریعے تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہو گی۔ گویا کہ خواہ یہ بات ان الفاظ میں قرآن مجید میں صراحتاً کہیں نہ آئی ہو لیکن انداز یہ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ سلسلہ کون و مکان اور مخلوقات کا یہ وسیع و عریض عالم لامحالہ مستلزم ہے کسی خالق کو' اور اس خالق کی صفات اس سلسلہ کون و مکان اور اس کے مظاہر میں جھلک رہی ہیں۔ چنانچہ اس کائنات میں اس کی حکمت بالغہ' اس کی قدرت کاملہ اور اس کے علم کامل کے مظاہر ہر چہار طرف موجود ہیں۔ اسی حقیقت کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی کہ کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔

اختیارِ مطلق اور حکمتِ کاملہ

آیت کے آخری ٹکڑے پر غور کیجئے : ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ یہاں حَصر کا اسلوب ہے۔ ترجمہ یوں ہو گا کہ وہی العزیز اور الحکیم ہے۔ وہی ہے جو سب پر چھایا ہوا ہے، جس کے ہاتھ میں اختیارِ مطلق ہے، جو اختیارِ کُلی کا مالک ہے۔ العَزِیز وہ ہستی ہوتی ہے کہ جس کے حکم کے آگے کوئی رکاوٹ نہ بن سکے، جس کی مرضی کے آگے کوئی روک نہ ہو، جس کے اختیارات پر کوئی تحدید (LIMITATION) نہ ہو۔ ان صفات کی حامل ذات صرف اللہ کی ہے۔ لیکن وہ صرف العَزِیز ہی نہیں الحَکیم بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے یہ دو نام اکثر و بیشتر ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اس لئے کہ دنیا میں ہمارا تصور یہ ہے کہ جہاں اختیار زیادہ ہوتا ہے وہاں اس کے غلط استعمال کا امکان بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ پولیٹیکل سائنس میں یہ بات ایک اصول کی حیثیت سے مانی جاتی ہے کہ :

AUTHORITY TENDS TO CORRUPT AND ABSOLUTE AUTHORITY CORRUPTS ABSOLUTELY

لہٰذا ہمارے ہاں دنیوی نظاموں میں جب کوئی دستور یا نظام العمل تشکیل دیا جاتا ہے تو عام طور پر CHECKS AND BALANCES کا ایک نظام بھی وضع کیا جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ اختیارات کا ارتکاز ہو رہا ہے تو ان پر کوئی تحدید اور حدود و قیود بھی لازماً عائد کئے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کی ذات ہمارے اس تصور سے وراء الوراء، ثم وراء الوراء ہے۔ اس کا اختیارِ مطلق حدود و قیود سے ماوراء ہے۔ اس پر نہ کسی قسم کے کوئی CHECKS ہیں نہ کوئی BALANCES۔ وہ جو چاہے کرے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے، اس کی شان تو یہ کہ ﴿يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ جو چاہتا کرتا ہے۔ البتہ یہ بات جان لو کہ جہاں وہ العزیز ہے وہاں الحکیم بھی ہے۔ اس کا یہ اختیارِ مطلق الل ٹپ استعمال نہیں ہوتا، حکمتِ کاملہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ کہنا تو سوئے ادب ہو گا بلکہ بنیادی طور پر یہ کہنا ہی غلط ہو گا کہ اللہ کا اختیار اس کی حکمت کے تحت استعمال ہوتا ہے۔ یہ "تحت" کا لفظ اس اعتبار سے غلط ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ کی کوئی صفت کسی دوسری صفت کے تابع نہیں۔ جس طرح اللہ کی ذات مطلق ہے اسی طرح اس کی تمام صفات بھی مطلق ہیں۔ ان

میں کہیں کوئی تحدید (LIMITATION) نہیں ہے۔ اختیار بھی مطلق، حکمت بھی کاملہ۔ یہ دونوں صفات ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ کے اسماء و صفات کا جہاں ذکر آتا ہے وہاں کبھی حرفِ عطف نہیں لایا جاتا۔ حرفِ عطف مغائرت کو جنم دیتا ہے۔ اللہ کی ان دو صفات کے درمیان اگر حرفِ عطف لایا جائے تو اس کی شکل کچھ یوں ہوگی: وَهُوَ الْعَزِيْزُ وَالْحَكِيْمُ لیکن اس طرح واوٗ کے بیچ میں آنے سے چونکہ کسی قدر فصل واقع ہوتا ہے لہٰذا قرآن میں یہ اسلوب کہیں اختیار نہیں کیا گیا۔ اللہ کی تمام شانیں اور صفات بیک وقت اس کی ذات تبارک و تعالیٰ میں موجود ہیں، ان میں باہم کوئی بُعد اور کوئی فصل نہیں ہے۔ یہ ہے اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت۔ ○○○ (جاری ہے)

نوٹس داخلہ برائے ایف اے کلاس

قرآن کالج لاہور

قرآن کالج لاہور میں ایف اے سال اول کے داخلے ہوں ان شاء اللہ اگست کے پہلے ہفتے میں ہوں گے۔

ہر سال یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ داخلے کی اطلاع انٹرویو کی تاریخ گزرنے کے بعد ملی۔ اس صورت حال کے پیش نظر داخلے کے خواہش مند تمام طلبہ سے درخواست ہے کہ وہ میٹرک کے نتیجہ کا انتظار کئے بغیر پراسپکٹس منگوا کر جلد از جلد داخلہ فارم جمع کروا دیں، تاکہ انٹرویو کی تاریخ کا فیصلہ ہونے کے بعد انہیں براہ راست بذریعہ ڈاک مطلع کیا جا سکے۔

انٹرویو کے وقت تک اگر کچھ علاقوں میں میٹرک کے نتائج کا اعلان نہیں ہوا ہوگا تو ایسے طلبہ کو بھی مشروط طور پر داخلہ دے دیا جائے گا۔

تفصیلات کے لئے دس روپے کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر پراسپکٹس طلب کریں۔

المعلن: پرنسپل قرآن کالج، ۱۹۱۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کی صورت

بسلسلہ تنظیم اسلامی کی دعوت (قسط ۳)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

فرض کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیتا ہے اور ہم اپنی جگہ اللہ کی بندگی کا فیصلہ کرتے ہیں اور پھر دعوت و تنظیم اور تربیت وغیرہ جیسے مراحل بھی اس حد تک طے ہو جاتے ہیں کہ دو لاکھ تربیت یافتہ افراد تیار ہو جاتے ہیں تو پاکستان جیسے ملک میں اقدام کی کیا شکل ہو گی؟ میرے نزدیک بارہ کروڑ کی آبادی کے اِس ملک کا نظام بدلنے کے لئے یہ کم سے کم تعداد ہے کہ دو لاکھ افراد ہی ان مراحل سے گزر چکے ہوں، وہ صرف نام کے نہیں بلکہ فی الواقع اللہ کے بندے ہوں، اپنی ذات پر اور اپنے گھر میں اللہ کے دین کو اور اس کی شریعت کو نافذ کر چکے ہوں، پھر وہ تربیت یافتہ ہوں، مضبوط ہوں، منظم ہوں، ایک امیر کا حکم مان کر سربکف ہو کر میدان میں آنے کو تیار ہوں، ان کے لئے شہادت کی موت اس زندگی سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہو تو نظامِ باطل پر آخری حملہ کس طور سے ہو گا؟

سیرۃ النبی ﷺ میں تو ہمیں یہ آخری اقدام قتال کی شکل میں ملتا ہے کہ میدانِ جنگ میں آؤ، باطل کو للکارو، تلواریں تلواروں سے ٹکرائیں اور سر تن سے جدا ہوں۔ جس طرح غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں ہوا۔ بدر میں بھی اگر ستر کافر مارے گئے تو تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موقع پر شہید ہوئے، جبکہ میدان جنگ میں زخمی ہونے والے ایک صحابیؓ کا واپس مدینہ جاتے ہوئے انتقال ہو گیا۔ اس طرح چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ اور صحابہؓ کی ایک غلطی سے احد میں معاملہ برعکس ہو گیا اور ستر صحابہؓ شہید ہو گئے، جن میں حضرت

حمزہؓ بھی تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی۔ بہر حال وہاں جو آخری معاملہ تھا وہ قتال اور جنگ کا تھا۔۔۔ لیکن یہاں اقدام کی صورت کیا ہو؟ اس کے لئے یہاں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اور دنیا میں اجتہاد صرف وہاں کیا جا سکتا ہے جہاں نئی صورتحال پیدا ہو گئی ہو۔ اگر تو حالات وہی ہوں جو حضور ﷺ کے زمانے میں تھے تو پھر اجتہاد کی کیا ضرورت ہے؟ اجتہاد کر کے خواہ مخواہ کا خطرہ (risk) کیوں مول لیا جائے؟ اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا مجتہد اس بات کا دعویدار نہیں ہے کہ ہم سے خطا نہیں ہو سکتی' نہ امام ابو حنیفہؒ' نہ امام مالکؒ' نہ امام شافعیؒ' نہ امام احمد بن حنبلؒ۔ ہمارے ہاں اصول یہ کہ "قَولُ اصحابِنا صوابٌ محتمل الخطأ وقولُ غیرنا خطأٌ محتمل الصواب" یعنی "ہمارا موقف درست ہے لیکن اس میں خطا کا امکان ہے اور دوسروں کا موقف غلط ہے لیکن امکان ہے کہ وہی صحیح ہو"۔ تو اجتہاد میں بہر حال خطا کا امکان موجود ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی اصول ہے کہ مجتہد سے اگر خطا ہو گئی ہو تب بھی اسے اکہرا ثواب ملے گا اور اگر وہ صحیح رائے تک پہنچ گیا تو اسے دہرا ثواب ملے گا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ خطا کا "رِسک" وہیں لیا جائے گا جہاں صورتحال نئی ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعتاً ہمارے ہاں صورتحال نئی ہے؟ اور اگر ہے تو کس کس اعتبار سے؟

میرا دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے ہاں صورتحال واقعتاً کئی اعتبارات سے نئی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہاں معاملہ اس اعتبار سے سیدھا سیدھا تھا کہ ایک طرف اہل ایمان تھے اور ایک طرف کفار۔ لیکن آج باطل نظام کے پشت پناہ حکمران بھی مسلمان ہیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے جدّوجہد کرنے والے بھی مسلمان۔ چنانچہ حسنی مبارک ہوں یا یاسر عرفات' اور شاہ فہد ہوں یا بے نظیر بھٹو' سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اور دوسری طرف اسلام کے لئے کام کرنے والے خواہ صوفی محمد ہوں یا کوئی اور ہوں وہ بھی مسلمان ہیں۔ قانونی اعتبار سے تو یہاں مسلمان مسلمان کے مقابلے میں ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کے وقت عرب میں ملکی سطح پر کوئی مستحکم حکومت نہیں تھی۔ تھوڑی بہت حکومت نام کی شے صرف مکہ میں تھی کہ وہاں ایک ہی قبیلہ آباد تھا جس کی پارلیمنٹ "دار الندوہ" کے نام سے تھی اور کچھ مناصب بھی تھے۔ باقی پورے عرب میں نہ تو کوئی حکومت تھی' نہ

کوئی نظام تھا' نہ باقاعدہ فوجیں (Sta nding Armies) تھیں' والنٹیر ز (رضاکاروں) کامقابلہ والنٹیرز سے تھا۔ مکے سے چل کر جو ایک ہزار کفار میدان بدر میں آئے تھے وہ بھی والنٹیرز ہی تھے' وہ کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی' اور ادھر سے جو تین سو تیرہ تھے وہ بھی والنٹیرز ہی تھے۔ پھر تین سو تیرہ کے مقابلے میں ایک ہزار کی تعداد گویا تین گنا تھی اور اسلحہ کا جو فرق تھا وہ آپ ایک کے مقابلے میں دس نہیں تو بیس شمار کر لیں' زیادہ سے زیادہ سو شمار کر لیں' اس سے زیادہ فرق تو نہیں تھا! لیکن آج کیا ہے؟ آج آپ شاہ فہد کے خلاف ذرا کوئی تحریک چلا کر دیکھئے' پوری حکومت' اسلحہ کے انبار رکھنے والی بری افواج اور فضائیہ' یہ ساری کی ساری آپ کو کچل کر رکھ دیں گی۔ ہیلی کاپٹر تو یہاں مالاکنڈ میں بھی استعمال ہو گیا تھا۔ معاملہ ذرا سا طول کھینچ جاتا تو کیا ایئر فورس استعمال نہ ہوتی؟ بلوچستان میں اگرچہ دوسرا جھگڑا تھا' لیکن چونکہ بہر حال اختلاف کا معاملہ تھا' لہٰذا ایئر فورس استعمال ہوئی تھی۔ حافظ الاسد نے الاخوان المسلمون کے خلاف ایئر فورس استعمال کی تھی اور پورا شہر تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ معاملہ قابل عمل نہیں ہے۔ تو اس کا متبادل کیا ہے؟

موجودہ حالات میں اس ضمن میں اجتہاد کی ایک مثال ایرانیوں نے پیش کر دی ہے اور ہمیں حق بات کو قبول کرنا چاہئے خواہ وہ کہیں سے ملے۔ حدیث نبویؐ ہے : "اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ هُوَ اَحَقُّ بِهَا حَيْثُ وَجَدَهَا" یعنی "حکمت مؤمن کی متاعِ گم گشتہ ہے' پس وہ اسے جہاں بھی پائے اس کا زیادہ حقدار ہے"۔ چنانچہ حق بات یا دانائی کی بات جہاں سے ملے لے لو' چین سے ملے' چین سے لے لو۔ اس صدی میں گاندھی پہلے نمبر پر ہے جس نے غیر متشددانہ عدم تشدد کی تحریک کے ساتھ اس ملک سے انگریز کی جڑیں ڈھیلی کیں۔ اگرچہ اس کے اور اسباب بھی تھے' صرف کانگریس اور مسلم لیگ کی جدوجہد سے یہ ملک آزاد نہیں ہوا' لیکن بہر حال ایک مثال گاندھی نے پیش کی تھی کہ اس نے اس ملک میں عدم تشدد کے ساتھ ایک عوامی تحریک چلائی' یہاں تک کہ چوراچوری کا واقعہ پیش آ گیا۔ یعنی ایک موقع پر ایک جلوس پر پولیس نے زیادتی کی تو جلوس نے مشتعل ہو کر پولیس اسٹیشن پر حملہ کر کے شاید تیس سپاہی مار دیئے تھے۔ اس پر گاندھی نے اپنی پوری تحریک یہ

کہہ کر ختم کردی تھی کہ اگر تم عدم تشدد پر کاربند نہیں رہ سکتے تو میں تمہاری قیادت نہیں کر سکتا۔ تو چاہے گاندھی ہو چاہے خمینی ہو' اگر کوئی بات صحیح ہے تو ہم اس سے لیں گے۔ آخر غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کی تجویز کس کی قبول کی تھی؟ وہ تو ایرانیوں کا طریقہ تھا۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا تھا کہ جب ایران میں ایسی صورتحال درپیش ہوتی ہے تو ہم شہر کی حفاظت کے لئے خندق کھودتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور خندق کھودلی گئی حالانکہ اُس زمانے میں نہ عرب میں اس کا رواج تھا نہ حضورؐ کے ذہن میں خندق کی تجویز آئی تھی۔ تو آنحضور ﷺ کے ارشاد "اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ هُوَ اَحَقُّ بِهَا حَيْثُ وَجَدَهَا" کے حوالے سے ہمیں حق بات جہاں سے بھی ملے گی اسے قبول کریں گے۔

اس حوالے سے اگر منظم اور تربیت یافتہ افراد کی معتدبہ تعداد جمع ہو جائے' بالفاظِ دیگر مطلوبہ افرادی طاقت فراہم ہو جائے تو اب انقلاب کا لائحہ عمل کیا ہو گا؟ الحمد للہ میں مطمئن ہوں کہ اس کا بھی میں نے الف سے لے کر یے تک پورا نقشہ قرآن اور سنت و سیرتِ نبویؐ سے اخذ کیا ہے' جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ "نہی عن المنکر" یعنی "برائی سے روکنا" قرآن و حدیث کی اصطلاح ہے۔ حدیث نبویؐ میں اس کے تین درجے بیان ہوئے ہیں: (۱) طاقت سے روکنا' (۲) زبان سے روکنا' (۳) دل سے نفرت کرنا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> مَنْ رَءٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ' فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ' فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ' وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ
>
> "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اس کا فرض ہے کہ اسے اپنے زورِ بازو سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے (نفرت کرے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

جو لوگ اس کام کو اول درجے میں کرنے کے لئے آئیں گے' وہ بھی ظاہر ہے کہ دل میں تو برائی کے خلاف نفرت رکھتے ہوں گے' تب ہی تو آئیں گے' اپنے دھندے چھوڑیں گے'

اپنی دنیا کو سکیڑیں گے۔ وہ اسی لئے آئیں گے کہ انہیں بدی سے نفرت ہے اور وہ نیکی کا پرچار کرنا چاہتے ہیں' نیکی کا غلبہ چاہتے ہیں۔

دوسرے درجے میں' جب تک طاقت فراہم نہیں ہوتی' برائی کے خلاف دل سے نفرت کے ساتھ ساتھ زبان اور قلم سے برائی کے خلاف آواز اٹھائیے۔ برائی کی نشاندہی کر کے کہئے کہ خدارا یہ کام چھوڑ دو' باز آجاؤ' یہ عریانی ترک کر دو' یہ بے پردگی ختم کرو' یہ فحاشی چھوڑ دو! اخبار والوں کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑیئے' مظاہرے کیجئے کہ یہ تم جو ہر روز عورتوں کی رنگین تصویریں ہر گھر میں پہنچا رہے ہو' اس سے تمہیں ملتا کیا ہے؟ اس ذریعے سے تم نے قوم کے اخلاق کا کتنا ستیاناس کیا ہے! آج یہ بدبخت آپ کی اور میری بچیوں کے لئے فلمی اداکاراؤں اور رقاصاؤں کو اسوہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ ان کے کردار کو جس طریقے سے اچھالا جا رہا ہے اور ان کی تصاویر کی جس طرح نمائش ہو رہی ہے اس سے کیا ہر بچی کے دل میں یہ امنگ پیدا نہیں ہو گی کہ میں بھی ویسی بن جاؤں' میرا بھی تذکرہ ہو' میرا بھی چرچا ہو' اخبارات میں میرا نام بھی آئے؟ عام آدمی کتنے ہوں گے جو اس وبا سے بچ جائیں؟ تو ان سے کہو' ہاتھ جوڑو' خوشامد کرو کہ باز آجاؤ' اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت مت دو! لیکن جب طاقت فراہم ہو جائے گی تو ان کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے کہ ہم یہ نہیں ہونے دیں گے' اب یہ اخبار نہیں چھپے گا! طے کرو کہ یہ چیز نہیں ہو گی تو پھر چھپنے دیں گے۔ اسی طرح سود کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے کہ اب یہ سودی کاروبار نہیں ہو گا! بینکوں کا گھیراؤ کریں گے' پکٹنگ (picketing) کریں گے۔ اگر گولیاں چلیں گی تو سینے حاضر کر دیں گے۔ ایران میں بھی لوگوں نے گولیاں کھائی ہیں' جانیں دی ہیں' تب نظام بدلا ہے۔ اس کے لئے میں نے عرض کیا ہے کہ دو لاکھ منظم افراد سر سے کفن باندھے ہوئے نکلیں کہ خواہ ہم پر گولیاں چلاؤ' ہمیں جیلوں کے اندر بھر دو' ہمیں معذور کر دو' ہمارے بازو اور ہماری ٹانگیں شل کر دو' لیکن اب ہمارے قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ یہ ہے ہمارے پیش نظر "نہی عن المنکر بالید" کے طور پر اقدام کا آخری مرحلہ۔ لیکن یہ اقدام یکطرفہ ہو گا۔ انقلابی جماعت کے کارکن خود جانیں دیں گے لیکن ان کے ہاتھوں کسی کی جان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

ہمارے نزدیک دہشت گردی قطعاً حرام ہے، چاہے وہ الجزائر میں مسلم فنڈامنٹلسٹ کر رہے ہوں یا مصر میں جماعہ اسلامیہ کر رہی ہو۔ ویسے ان کا کہنا یہ ہے کہ دہشت گردی وہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ درحقیقت ان پر الزام دھرنے کے لئے حکومت کے ایجنٹ کرتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ وہ کر رہے ہیں تو حرام کام کر رہے ہیں۔ جو شخص سیاح کی حیثیت سے آپ کے ملک میں آیا ہوا ہے اس کا کیا گناہ ہے کہ آپ نے بم مار کر اس کی بس اڑا دی؟ اس طرح بے گناہوں کو مار دینا تو کوئی طریقہ نہیں۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ کسی کی جان کو، کسی کے مال کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ، ہاں اپنی جانیں دینے کو تیار ہو جاؤ!

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

اقامتِ دین کی جدّوجہد کے نتائج

اگر اللہ تعالیٰ یہ جدوجہد کرنے کے لئے آپ کا دل کھول دے، آپ کو انشراحِ صدر ہو جائے اور اگر فرض کیجئے اس جدوجہد میں معتدبہ تعداد میں لوگ شامل ہو جائیں تو جاننا چاہئے کہ کن نتائج کی توقع ہے۔

۱۔ فلاحِ آخرت

اس کا پہلا نتیجہ، جو کہ اصل نتیجہ ہے، یہ نکلے گا کہ چاہے دنیا میں کامیابی حاصل ہو یا نہ ہو، جو شخص بھی اس جدوجہد میں اپنی زندگی بِتا دے گا اس کی آخرت کی کامیابی یقینی ہے۔ اور اگر اصل زندگی آخرت کی ہے، اور یقیناً ہے، تو اصل کامیابی بھی وہی ہے۔ قرآن مجید میں یوم محشر کو "یَومُ التَّغابُن" بھی کہا گیا ہے، یعنی "ہار اور جیت کا دن"۔ جو اُس دن ناکام ہوا وہی اصل میں ناکام و نامراد ہے اور جو اس دن کامیاب ہوا وہی درحقیقت کامیاب ہے۔ چنانچہ انقلاب آئے نہ آئے، نظام بدلے نہ بدلے، اگر یہی جدوجہد کرتے ہوئے، اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے، اللہ کے حضور حاضری ہو گئی، تو چاہے شہادت کی موت

نصیب ہو چاہے ویسے طبعی موت آئے' آخرت میں یقیناً نجات مل جائے گی۔ حضرت یاسر اور حضرت سمیہؓ (رضی اللہ عنہما) دونوں مکہ ہی میں شہید کردیئے گئے تھے' اور انہوں نے فتحِ مکہ اور غلبۂ اسلام کا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا' تو کیا وہ' معاذ اللہ' ناکام شمار ہوں گے؟ اس سے آگے بڑھیے' کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے' معاذ اللہ' ناکام گئے؟ انہوں نے اسی جدوجہد میں اپنی جان دے دی' جامِ شہادت نوش کرلیا' اور کامیاب ہوگئے' حالانکہ انہوں نے بھی وہ روح پرور منظر نہیں دیکھا جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ لیکن اس منظر کو پیدا کرنے کے لئے حضرت حمزہؓ کی ہڈیوں کا چورا اس کی بنیاد میں پڑا ہے۔ وہ گارا اُحد کے شہداء کے خون اور ہڈیوں سے گوندھا گیا تھا جس سے وہ عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ لہٰذا پہلی بات جو یقینی (guaranteed) ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو' آخرت کی کامیابی یقینی ہے۔

۲۔ غلبۂ اسلام کا امکان

اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ "وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا" کے مصداق دنیا میں بھی اس جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کردے۔ سورۃ الاعراف میں بڑا پیارا مضمون وارد ہوا ہے کہ جب یہود کے ایک قبیلہ نے احکامِ سبت کی خلاف ورزی کی تو اُس وقت قوم تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک تو وہ تھے جو اللہ کا قانون توڑ رہے تھے۔ دوسرے وہ تھے جو اسے توڑ نہیں رہے تھے لیکن توڑنے والوں کو روک بھی نہیں رہے تھے۔ اور تیسرے وہ تھے جو از خود بھی بچے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اپنی آخری حد تک روک رہے تھے۔ درمیانی قسم کے لوگوں نے' جو سبت کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو روک نہیں رہے تھے لیکن خود بھی اس گناہ میں ملوث نہیں تھے' ان لوگوں سے کہا جو نہی عن المنکر کرنے والے تھے: "لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا" یعنی "تم ایسی قوم کو کس لئے نصیحت کر رہے ہو جن کو اب اللہ ہلاک کر کے چھوڑے گا یا ان کو شدید عذاب دے گا"۔ یہ ماننے والے تو ہیں نہیں' تم اپنے آپ کو ہلکان

نہ کرو' اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر ان کا جواب تھا : "مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ" ہم تمہارے رب کے سامنے عذر تو پیش کر سکیں گے ناکہ اے اللہ ہم تو اپنے آخری وقت تک ان کو اس بدی سے روکتے رہے۔ اور دوسری بات یہ کہ : "وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" اور کیا پتہ ان کے اندر تقویٰ پیدا ہو ہی جائے۔ ہم مستقبل کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں' ہم نے کسی کے دل کے اندر اتر کر تو دیکھا نہیں ہے' کیا پتہ اللہ ان کے دلوں کو بدل دے اور ان کے لئے ہدایت کے راستے کھل جائیں۔

چنانچہ اگر یہ زندگی اِس جدوجہد میں کھپ گئی ہے' اگر میں نے اپنی بہتر اور بیشتر توانائیاں اور صلاحیتیں اس کام میں لگادی ہیں تو "مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ" کا تقاضا تو پورا ہو گیا اور مجھے یقین ہے کہ میں اللہ کے یہاں سرخرو اور کامیاب ہوں گا۔ اور سب سے بڑی اور اصل کامیابی یہی ہے۔ "ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ"۔ لیکن دوسرے درجے میں کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ "وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" والی صورت بھی پیدا فرمادے' کیا عجب کہ دنیا میں بھی کامیابی ہو جائے۔ اس حوالہ سے تصویر کا دوسرا رخ بڑے اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے رکھوں گا۔

احادیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشین گوئیاں ہیں کہ قیامت سے قبل اس پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ میں یہ کبھی نہ مانتا کہ ایسا ہو سکتا ہے اگر حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہوتا۔ جب حضورؐ سے پہلے کسی نبیؑ کے ہاتھوں ایسا نہیں ہوا تو اب جبکہ ختمِ نبوت و تکمیلِ رسالت کے تقاضے کے طور پر کوئی نبی آئے گا نہ کوئی رسول' تو یہ کام مجھ جیسے ناقص و ناکارہ قسم کے قائدین کے ذریعے کیسے ہو جائے گا؟ لیکن ماننا پڑتا ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا' کیونکہ اس کی خبر دی ہے الصّادق وَالمصدوق محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَا يَبْقٰى علٰى ظهرِ الارضِ بيتُ مدرٍ وَلا وَبرٍ اِلّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلمةَ الاسلامِ بعزِّ عزيزٍ وذُلِّ ذليلٍ' اما يُعِزّهم الله فيجعلهم مِن اَهلِها واِمّا يذُلّهم فيَدينون لها (رواہ احمد)

"روئے ارضی پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی بچے گا اور نہ کوئی اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا خیمہ مگر اللہ اس میں کلمۂ اسلام کو داخل کرے گا' خواہ کسی عزت والے کے اعزاز کے ساتھ خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ یعنی یا لوگ اسلام قبول کر کے خود ہی عزت کے مستحق بن جائیں گے یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی تابعداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے!"

جو خود ایمان لے آئے گا اس کے گھر میں اسلام داخل ہو گا تو اسے بھی اعزاز نصیب ہو گا کیونکہ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "عزت تو اللہ کے لئے' اس کے رسول ؐ کے لئے اور اہلِ ایمان کے لئے ہے"۔ اور جو ایمان نہیں لائے گا اسے بھی اسلام کی بالادستی کو تسلیم کرنا ہو گا اور وہ خود چھوٹا ہو کر رہے گا اور جزیہ ادا کرے گا۔ تو گویا اس کے گھر میں بھی اسلام آگیا' وہ بدبخت خود محروم رہ گیا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِی الارضَ فرأَيْتُ مشارقَها ومَغاربَها' وانَّ امّتی سَيبلُغ ملكُها مازُوِیَ لِی مِنها

"اللہ نے مجھے پوری زمین کو لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھادیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور تمام مغرب بھی۔ اور یقین رکھو کہ میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو گی جو مجھے لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھائے گئے"۔

یہ دو احادیث اور اس مضمون کی دیگر احادیث کے بعد مجھے قطعاً کوئی شک نہیں ہے کہ دینِ اسلام کا غلبہ اس کرۂ ارضی پر ہو کر رہنا ہے۔ مزید برآں قرآن حکیم میں منطق کے اس قضیئے کے صغریٰ اور کبریٰ دونوں بہ تکرار و اعادہ وارد ہوئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ دینِ حق کا عالمی غلبہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں تین بار (التوبہ : ۳۳' الفتح : ۲۸ اور الصف : ۹) یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں :

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ یعنی "وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دینِ حق (اسلام) دے کر تاکہ غالب کردے اسے کُل کے کُل دین (نظام

زندگی) پرا" یہ گویا اس قضیئے کا صغریٰ ہے' اور کبریٰ یہ ہے آنحضور ﷺ کی بعثت پوری نوعِ انسانی اور کُل عالمِ انسانیت کی جانب ہے' از روئے الفاظ قرآنی : ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا﴾ یعنی "ہم نے نہیں بھیجا ہے (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کو مگر تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر" (سبا : ۲۸)---اب صغریٰ اور کبریٰ کو جمع کر لیجئے تو یہ لازمی منطقی نتیجہ برآمد ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کا مقصدِ بعثت بہ تمام و کمال اسی وقت مکمل ہو گا جب تمام عالمِ انسانی یعنی کُل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا اور کیسے ممکن ہے کہ حضور ؐ کا مقصدِ بعثت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے اور یہ دنیا ختم ہو جائے' جبکہ دینِ محمد ﷺ کا پورے عالمِ انسانیت پر غلبہ ابھی باقی ہے۔ گویا بقول اقبال ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے!

چنانچہ قرآن و حدیث کی راہنمائی میں پورے وثوق اور صدقِ صدیقین سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ قیامت سے قبل دینِ اسلام کا عالمی غلبہ ہو کر رہے گا۔

۳ ۔ پاکستان کی بقاء و سالمیت

اس حقیقت کا دوسرا پہلو بھی بہت اہم ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں مجھے اس درجے وثوق تو حاصل نہیں ہے لیکن ظنِّ غالب کے درجے میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کا یہ خطہ جس میں میں اور آپ آباد ہیں' یہ خِطّہ اللہ کی مشیت میں اس کام کے لئے منتخب ہو چکا ہے۔ بعض ٹھوس شواہد کی بنیاد پر میرا گمانِ غالب ہے کہ دینِ حق کے لئے عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز ہمارا یہی خطہ بنے گا جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اِس کام کا آغاز سرزمینِ عرب سے ہوا تھا اور پھر یہ خلافتِ راشدہ کے دوران شمال میں کوہ قاف تک' مشرق میں دریائے جیحوں تک اور مغرب میں بحر اوقیانوس کے ساحل تک پہنچ گیا۔ اسی طرح قرائن یہ بتا رہے ہیں کہ اب نظامِ خلافت کے احیاء کے کام کا آغاز ان شاء اللہ العزیز افغانستان اور پاکستان پر مشتمل اس خطۂ ارضی سے ہو گا۔ اس لئے کہ چار سو برس

سے سارے مجددینِ امت اسی خطے میں پیدا ہوئے ہیں۔ امت کی تاریخ میں پہلے ایک ہزار برس تک سارے کے سارے مجددین عالم عرب میں پیدا ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ' امام ابوحنیفہؒ' امام احمد بن حنبلؒ' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہم سب کے سب وہیں پیدا ہوئے۔ لیکن جیسے ہی پہلے ہزار برس ختم ہوئے اور گیارھویں صدی شروع ہوئی تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد بارہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تیرھویں صدی کے مجدد سید احمد بریلویؒ بھی اسی سرزمین ہند میں پیدا ہوئے' جو بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ اس ہندوستان کی سرزمین پر پہلا خالص اسلامی جہاد تو وہ تھا کہ جو محمد بن قاسمؒ اور ان کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ اس کے بعد جسے خالص اسلامی جہاد کہا جاسکتا ہے اور جو صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہوا ہے' وہ سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا جہاد ہے اور ان کے خون کی امین یہ سرزمین پاکستان ہے۔ پھر چودھویں صدی میں علامہ اقبال جیسا مفکر' مولانا مودودی جیسا مصنف' مولانا الیاس جیسا مبلغ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسا مجاہدِ حریت (رحمتہ اللہ علیہم) ---- یہ سب کے سب یہیں پیدا ہوئے۔ ان کے ہم پلہ کوئی شخصیت آپ پورے عالم اسلام میں نہیں دکھا سکتے۔

یہ تو ماضی کے آثار ہیں اور اس کے بعد پاکستان کا قیام اس سلسلے کی بہت اہم کڑی ہے۔ دنیا میں یہ واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا۔ پھر اس کا قیام بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ قیام سے چند مہینے پہلے تک کوئی یہ توقع نہیں رکھتا تھا کہ پاکستان بن جائے گا۔ گاندھی جیسا لیڈر کہہ رہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ پھر خود نہرو اور پٹیل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے پاس گئے اور جاکر کہا کہ ہم باپو جی سے ہندوستان کی تقسیم کی بات نہیں کرسکتے' آپ کسی طرح جاکر گاندھی جی کو اس پر آمادہ کیجئے' آپ ان کے چہیتے ہیں۔ چنانچہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جاکر گاندھی سے منوایا ہے ورنہ وہ ماننے پر تیار نہیں تھے۔ خود قائداعظم چند مہینے پہلے کیبنٹ مشن پلان کو تسلیم کرچکے تھے کہ مرکزی حکومت ایک ہوگی اور ملک کے تین زون ہوں گے۔ لیکن اللہ نے کہا نہیں' یہ آزاد ملک لو! علامہ اقبال نے تو ایک خطے کا خواب دیکھا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو خطوں پر مشتمل ملک دے دیا۔ ۱۹۳۰ء کے خطبہ الٰہ آباد میں

علامہ اقبال نے صرف "مغربی پاکستان" کا تصور پیش کیا تھا' یعنی ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام۔ انہوں نے کہا تھا کہ میرے نزدیک یہ تقدیرِ مبرم (destiny) ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ہو کر رہے گا۔

قیام پاکستان کے معجزے کے بعد پھر قراردادِ مقاصد کا پاس ہونا بھی ایک معجزہ ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں دس کروڑ افراد کی قوم کی نمائندہ دستور ساز اسمبلی حاکمیت سے اپنی دستبرداری اور اللہ کی حاکمیت کا اعلان کر رہی تھی۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری!

دستور ساز اسمبلی کی سطح پر یہ کلمہ طیبہ کے پہلے جزو "لاالٰہ الا اللہ" کا اظہار و اعلان تھا۔ یہ سارے شواہد ہیں میرے اس گمان کے کہ یہ خطہ اسلام کے عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز بنے گا۔ اب ضرورت ہے کہ ہمت کرنے کی اور اس مقصد کی طرف رجوع کرنے کی جس کی خاطر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ میں نے اپنی کتاب "استحکامِ پاکستان" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس ملک کی بقاء اور سالمیت کا انحصار بھی اسلام پر ہے۔ گویا اسلام اس ملک کا صرف مقصدِ وجود ہی نہیں اس کی واحد وجہِ جواز بھی ہے۔ اور اگر آپ نے اس منزل کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ ملک باقی نہ رہے گا۔ میرے نزدیک اس ملک میں قیام اسلام کی بھرپور جدوجہد سے جہاں ہم پر اللہ کی طرف سے عائد کردہ وہ فرض ادا ہو گا جو اللہ کی رضا اور ہماری آخرت کی نجات کا باعث بنے گا وہاں ہم دنیا کے سامنے اسلام کے نظامِ عدل و قسط کا کوئی نمونہ بھی پیش کر سکیں گے اور اس طرح اس اُمت کے اوپر جو عذاب کے سائے منڈلا رہے ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ ہم دنیا کے سامنے پاکستان کی صورت میں اسلام کی تصویر اور اسلام کا نقشہ پیش کر سکیں گے' اور یہی وہ شے ہے جو امت پر سے بحیثیتِ مجموعی عذابِ خداوندی کو ٹالنے والی ہے۔ اگر یہ نہیں ہو گا تو عذاب شدید سے شدید تر ہو گا۔ مزید بر آں یہ ملک اپنے مقصدِ وجود کو پالے گا تو مستحکم اور طاقتور ہو گا' اور اس کے نتیجے میں اس قوم کے اندر وہ جذبہ ابھر آئے گا کہ کوئی امریکہ کیا امریکہ کا باپ بھی مقابلے پر سامنے نہیں آسکے گا۔ لیکن اگر یہاں وہ جذبہ نہیں ابھرتا تو پھر جان لیجئے کہ اس ملک کے حصے بخرے ہوا چاہتے ہیں۔

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

پہلے تو یہ ۱۹۷۱ء میں دولخت ہوا تھا۔ اب نہ معلوم کتنے مزید ٹکڑے ہوں۔ اب کیا پتہ کہ آپ کا آزاد کشمیر چھین کر اسے خود مختار کشمیر میں شامل کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ شمالی علاقوں میں کوئی اسماعیلی ریاست قائم ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ کراچی کو کاٹ کر سنگاپور یا ہانگ کانگ کی طرح کا علیحدہ خطہ بنا دیا جائے۔ آخر کوئی وجہ تو ہے کہ بے نظیر شدت کے ساتھ اس کی تردید میں بیانات دے رہی ہیں کہ ہم نہیں بننے دیں گے۔ ہمارے سیاست دان "نہیں بننے دیں گے" کے الفاظ اسی وقت کہتے ہیں جب انہیں کوئی شے بنتی نظر آ رہی ہو۔ ایک وقت میں یہ کہا گیا تھا کہ ہم بنگلہ دیش نہیں بننے دیں گے۔ اُس وقت یہ اُس دور کے بڑے بڑے سیاست دانوں نے کہا تھا۔ لیکن کیا نتیجہ نکلا؟ جب ہم نے بحیثیتِ قوم اپنی روش تبدیل نہیں کی اور اللہ کے ساتھ بدعہدی جاری رکھی تو اللہ کی طرف سے وہ سزا ملی کہ ہمارے ترانوے ہزار افراد' جن میں سے تینتالیس ہزار فوجی اور باقی سویلین تھے' اس ہندو کے قیدی بنے جس پر ہم نے کہیں آٹھ سو برس' کہیں چھ سو برس اور کہیں ہزار برس تک حکومت کی تھی۔ تو یہ سزا دوبارہ اس سے بڑی شکل میں بھی آ سکتی ہے۔ چوتھے یہ کہ امریکہ بہادر بلوچستان کے ساحل پر نگاہ جما کر بیٹھا ہوا ہے' کیونکہ اسے ایک طرف ایران سے اور دوسری طرف چین سے نمٹنا ہے اور یہ بات طے ہے کہ ہر ایک سے نمٹنے کے لئے قربانی کا بکرا بہرحال پاکستان ہے' اس لئے کہ آپ کرائے کے فوجی ہیں۔ آپ کو اس نے پہلے روس کے خلاف استعمال کیا' اب چین کے خلاف استعمال کرے گا اور آپ نے استعمال ہونے کا ہی فیصلہ کر رکھا ہے۔ آپ ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑے ہی نہیں ہو سکے اور حال یہ ہے کہ جس منزل کی طرف چلے تھے اس منزل کی طرف پشت کر لی ہے۔ لہٰذا اب آپ کا حشر یہ ہو رہا ہے کہ آپ کے فوجی صومالیہ میں امریکہ کے مقاصد پورے کرتے ہوئے جانیں دے رہے ہیں۔ یہ وہاں جتنے بھی مر جائیں امریکہ کی بلا سے' لیکن امریکی ایک بھی مر جائے تو قیامت آ جائے گی۔ جو خود مرنے کو تیار نہیں ان کے مقاصد پورے کرنے کے لئے جانیں آپ کی جائیں گی۔ امریکہ نے سوویت یونین کے ٹکڑے کروا دیئے اور دس لاکھ افغان

مروادیئے۔ اب تک تو اس کا حاصل یہی ہے کہ سارا فائدہ امریکہ کو پہنچا ہے۔ لیکن بہرحال وہاں خلوص و اخلاص کے ساتھ بہت سے لوگوں نے جانیں دی ہیں جس کے ان شاء اللہ اچھے نتائج نکلیں گے۔ لیکن اچھے نتائج کے لئے اس راستے پر عمل پیرا ہونا ہو گا جو میں نے آپ کے سامنے قرآن و سنت کی روشنی میں رکھا ہے۔

خاتمۂ کلام

بہرحال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو مشقت میں نے آج جھیلی ہے وہ اسے ثمر آور کرے اور شرفِ قبول عطا فرمائے۔ نہ معلوم یہ میری کتنی تقریروں کا حاصل تھا جو آج میں نے ایک گفتگو میں سمیٹ کر اور سمو کر آپ کے سامنے رکھا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ آپ کو آپ کے دینی فرائض کا احساس دلا سکوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں۔ اب اصل بات یہ ہے کہ آپ اس پر غور کیجئے' سوچئے کہ آیا یہ چیزیں غلط ہیں یا صحیح ہیں؟ اگر آپ کا دل و دماغ آج کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو اس کے کیسٹ لے لیجئے' انہیں دوبارہ سنئے اور تنقیدی جائزہ لیجئے کہ کہاں استدلال کا جھول ہے' کہاں بات کتاب و سنت کی اصل تعلیمات کے منافی یا متضاد ہے۔ اس پر غور کیجئے اور اگر دل و دماغ گواہی دے کہ یہ سب کچھ کتاب و سنت کے مطابق ہے تو پھر آپ اس تنظیم میں شامل ہوں' قدم بڑھائیں' ہمارے دست و بازو بنیں۔ آج میں وہی پکار لگا رہا ہوں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کے سامنے لگائی تھی کہ مَنْ اَنْصَارِی اِلَی اللّٰہِ "کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں"۔ اسی صدا پر' اسی ندا پر میں اپنی گفتگو ختم کر رہا ہوں۔

اقول قولی ھٰذا واستغفر اللہ لی وَلکم
ولسائر المُسلمینَ وَالمُسلِمَات OO

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

حسنِ عمل کی فضیلت میں
مَردوں اور عورتوں کی برابری

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (آیت ۳۵)

"بلاشبہ مسلمان مرد ہوں یا مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد ہوں یا ایمان والی عورتیں اور اطاعت گزار مرد ہوں یا اطاعت گزار عورتیں اور راست باز مرد ہوں یا راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد ہوں یا صبر کرنے والی عورتیں اور تواضع کرنے والے مرد ہوں یا تواضع کرنے والی عورتیں اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد ہوں یا عورتیں اور اپنے ناموس کی حفاظت کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں ' ---- ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے "۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی چند خواتین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ قرآن کریم میں مَردوں کا ذکر آتا ہے ' عورتوں کا ذکر نہیں آتا۔ حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا ' حضورؐ

نے سکوت اختیار فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ام سلمہؓ کو منبرِ نبوی سے حضورؐ کی آواز سنائی دی، فرماتی ہیں :

وانا اسرح شعری فلففتُ شعری ثم خرجتُ الی حجرة بیتی فجعلتُ سمعی عند الجرید فاذا ھو یقول عند المنبر : یاایھاالناس ان اللہ تعالٰی یقول ...

"میں اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے جلدی سے اپنے بال لپیٹے اور حجرہ کے دروازہ پر کان لگا کر کھڑی ہو گئی، تو آپؐ لوگوں کو خطاب کر کے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کر رہے تھے"۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اعمالِ حسنہ میں مَردوں اور عورتوں کے درمیان کمی وبیشی کی جو غیر اختیاری صورت ہے اس میں عورتوں کے اعمال کی قلت یعنی کمیت وتعداد کے لحاظ سے کمی کو اللہ تعالٰی ان کے اعمال کی کیفیت سے پورا کردے گا اور اس طرح نیک مرد اور نیک عورتوں کی فضیلت کا درجہ برابر رہے گا۔

اس آیت میں عورتوں کے مذکورہ بالا سوال کا جواب دے دیا گیا اور بتادیا گیا کہ قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ وہ احکام الٰہی میں براہ راست مردوں کو مخاطب کرتا ہے اور عورتیں اس خطاب میں مردوں کے تابع ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان اعمال وافعال کے اجر وثواب میں بھی عورتیں مردوں کے تابع اور دوسرے درجہ پر ہوں گی، بلکہ فضیلت اعمال میں عورتوں کا درجہ مردوں کے مساوی ہو گا۔

غیر اختیاری کمی کا مطلب یہ ہے کہ شرعی نظام میں بعض عبادات سے عورتیں مستثنٰی ہیں، جیسے نماز باجماعت سے، جہاد فی سبیل اللہ سے، محرم کے بغیر حج بیت اللہ ادا کرنے سے۔ اس کمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نسوانی دائرہ کار میں رہتے ہوئے، بعض ہدایات کے ذریعے پورا کردیا اور عورتوں کو مردوں سے نیچا نہیں ہونے دیا۔ ایک مثال دیتا ہوں ---- مرد پر عورتوں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ یہ ایک معاشرتی فریضہ بھی ہے اور اگر حسنِ نیت شامل ہو تو یہ عبادت بھی ہے۔ عورتیں اس عبادت سے محروم ہیں، لیکن شریعت نے اس کی تلافی اس طرح کی کہ عورت پر دینی فریضہ (زوجیت)

سے آگے بڑھ کر بطور اخلاقی احسان کے اسے شوہر اور شوہر کے تمام گھر والوں کی خدمت پر مامور کر دیا اور اس طرح عورت کو اخلاقی برتری کا مقام عطا کر دیا گیا۔

اس سلسلہ میں تفسیر کا ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کا یہ واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا اور مکہ مکرمہ میں قرآن کریم نے آل فرعون کے ایک مردِ مؤمن کی تقریر کے حوالے سے مرد اور عورت کے درمیان فضیلت اعمال میں برابری کے مسئلہ کو اصولی پیرائے میں بیان کر دیا تھا۔ یہ مرد مؤمن وہ تھا جس نے خاندان فرعون کا فرد ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا تھا' مگر اس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا تھا۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس مردِ مومن سے خاموش نہ رہا گیا اور اس خطرناک موقع پر اس نے اپنے پوشیدہ ایمان کا اظہار کر دیا اور ایک نہایت ایمان افروز تقریر کی' جس سے فرعون اور اس کے درباری حیرت زدہ رہ گئے۔ اس تقریر کا ایک حصہ یہ ہے :

> ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (المؤمن : ۴۰)
>
> "جو شخص بھی برائی کرے گا تو اسے اس کے مطابق اس کی سزا ضرور ملے گی اور جو شخص نیک عمل کرے گا' مرد ہو یا عورت ہو' اور وہ صاحب ایمان ہو' تو یہ لوگ جنت کی زندگی میں داخل ہوں گے اور انہیں وہاں بے حساب روزی دی جائے گی"۔

اس سورہ کا نام ہی سورۂ مؤمن ہے اور یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کے سوال کا جواب اس آیت کریمہ سے بھی دے سکتے تھے لیکن وحی الٰہی نے پوری تفصیل کے ساتھ سورۂ احزاب والی آیت نازل کر کے امت کی عورتوں کو مطمئن کر دیا۔ میں نے اس ضمنی مسئلہ کو اس لئے بیان کیا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ آسمانی شریعتوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حسن عمل کی فضیلت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات و برابری قائم رہے گی۔ دنیا میں صرف دو آسمانی شریعتیں (یعنی عقائد اور احکام کے دو مجموعے) ہیں' ایک سابق شریعت یعنی تورات کی شریعت (شریعتِ موسویؑ) اور دوسری آخری شریعت یعنی قرآن کریم کی

شریعت (شریعتِ محمدیؐ)۔۔۔۔جو پہلی شریعت کی ناسخ ہے۔ انجیل و زبور صرف اخلاقی اور روحانی اعمال کا مجموعہ ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی واضح رہے کہ حسن عمل سے مراد انسانی سعی اور انسانی کوشش سے تعلق رکھنے والا عمل ہے' جس میں نبوت داخل نہیں ہے' کیونکہ نبوت کی فضیلت وَہبی ہے' خدا تعالیٰ اپنی مشیت کے تحت جس کو چاہتا ہے یہ عزو شرف عطا کرتا ہے۔ یہ فضیلت عورتوں کی بعض فطری خصوصیات کی وجہ سے انہیں عطا نہیں کی جاتی۔ البتہ نبوت کے بعد جتنے درجات تقرب ہیں ان سے عورتوں کو سرفراز کیا جاتا ہے۔

اختیاری کمی بیشی کا مسئلہ

ایک کمی بیشی اختیاری ہے مثلاً مرد نمازی ہیں' عورتیں بے نمازی ہیں' مرد صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور عورتیں بخیل ہیں۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کی یہ اختیاری بے عملی مرد کی عملی فضیلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی' لیکن اللہ تعالیٰ جنت میں داخلہ کے وقت نیک مردوں کی اور نیک عورتوں کی دلداری کرنے کی وجہ سے ان کے اہل و عیال کے درجات بلند کر کے انہیں ان کے ان بڑوں کے ساتھ رکھے گا۔ سورۂ طور کی آیت ہے :

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ ﴾

"اور جو (مرد اور عورتیں) ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان (ایمان والے ماں باپ) کے ساتھ جنت میں ملا دیں گے اور ان کے (جنتی ماں باپ کے) عمل میں سے کچھ کمی نہیں کریں گے اور ہر (کافر) انسان اپنے عمل میں گرفتار رہے گا"۔

اوپر کے تشریحی ترجمہ میں ایمان والوں سے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں دونوں مراد ہیں۔ جس طرح اس سے اوپر والی آیت "إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ" میں متقی مرد اور متقی عورتیں دونوں مراد ہیں۔ اسلوبِ قرآنی کے مطابق عورتیں مردوں کے تابع کر کے بیان کی گئی ہیں۔ اب آیت کا مطلب یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بلند مرتبہ

بندوں اور بلند مرتبہ بندیوں کی خوشنودی کی خاطر ان کے کم درجہ گھروالوں کے مرتبہ کو بلند کر کے جنت میں ان کے ساتھ ہی رکھے گا' تاکہ وہ گھروالوں کے بغیر تنہائی کی اذیت سے محفوظ رہیں۔ اس فضل و کرم میں شوہروں کی خاطرداری اور بیویوں کی خاطرداری دونوں باتیں شامل ہیں۔

سورۂ مؤمن (آیت ۸) میں فرشتوں کی دعا نقل کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ : اے ہمارے رب! اپنے نیک بندوں کی خوشنودی کے لئے ان کے گھروالوں کے درجات بلند کر کے جنت میں دونوں کو ساتھ رکھیو! -- اور سورۃ الرعد (آیت ۲۳) میں اللہ تعالیٰ نے اسی فضل و کرم کی بشارت دی ہے۔ ان دونوں مقامات میں اصل مَردوں کو رکھا ہے اور بیویوں کو ان کا تابع رکھا ہے : وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ---اور ان اصحابِ جنت کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں جو ایمان رکھنے کی وجہ سے فضل خداوندی کے قابل ہیں انہیں بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا--- "كُلُّ امْرِئٍ" میں "ہر نفس" سے کافر انسان مراد ہے اور یہ تشریح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے کی ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی ہے : كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ O اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ O (المدثر ۳۸) "ہر نفس اپنے اعمال میں گرفتار اور قید ہے 'سوائے خوش قسمت لوگوں کے"---

مولانا مودودی ؒ نے "كُلُّ امْرِئٍ" کے ترجمہ میں عموم رکھا ہے 'لیکن اس عموم کی وجہ سے ان کی تشریح میں کھلا تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ (دیکھو مختصر تفہیم ص ۸۱۸)

صدیقیت اور ولایت

نبوت کے بعد جس مرتبۂ تقرب کا درجہ ہے اس درجہ کو اس کی معنوی حقیقت کے لحاظ سے صدیقیت اور اس کے نتیجہ کے لحاظ سے ولایت کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر عورتوں کو بھی فائز کیا گیا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ قرآن کریم نے فضیلت کے مراتب بیان کرتے ہوئے "صدیقیت" کی تعبیر اختیار کی اور اس درجہ کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "ولی" اور "اولیاء" کے الفاظ اختیار کئے : "مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ"

(النساء : ۷۱) اور "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ" (یونس : ۶۲)---عربی لغت میں صدیق کے معنی راست باز اور ولی کے معنی مقرب اور دوست کے ہیں۔

مریم صِدّیقہ

قرآن کریم نے تعین کے ساتھ جس ہستی کو صدیقیت کے لقب سے یاد کیا وہ ایک خاتون یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم ہیں : "وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ" (المائدہ : ۷۵) بڑے شاہ صاحب (شاہ ولی اللہؒ) نے اس کا ترجمہ یہ کیا : "و مادرِ اُو ولیہ بود"۔ شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے اپنے والد کی پیروی کی اور یہ ترجمہ کیا : "اور اس کی ماں ولی ہے"۔ اردو محاورہ میں "ولی" کا لفظ مرد اور عورت دونوں کے لئے بولا جاتا ہے' فارسی میں تذکیر و تانیث کا فرق کیا جاتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محاورہ باقی رکھتے ہوئے "بی بی" کا لفظ بڑھا کر تانیث کو واضح کر دیا اور "اور اس کی ماں ایک ولی بی بی ہیں"---ترجمہ کیا۔

صدیقیت کا اصطلاحی مفہوم

شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے نبی اور صدیق کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھا : "نبی وہ ہے جس پر وحی نازل ہو اور صدیق وہ ہے جس کا جی وحی کی تصدیق کرے"---یعنی صدیق و ولی کا جی چاہتا ہے کہ وہ آسمانی علوم کی تصدیق کرے۔ "جی" ہندی لفظ ہے' یہ "جیو" کا مخفف ہے' بمعنی روح' جان' دل۔ صدیق کی روح نبوت کے توسط سے عالمِ روحانیت سے وابستہ ہوتی ہے' اس لئے کسی تحریک و ترغیب کے بغیر صدیق روحانیات اور روحانی علوم کی تصدیق کرتا ہے۔ ولایت کی یہی حقیقت ہے۔ علماء مکرم اسے "روحانی ادراک" (حواس خمسہ کے ادراک کے علاوہ) کا نام دیتے ہیں۔ جگر صاحب نے جی کی چاہت اور دل کے اشتیاق کو کانوں سے سننے کی رعایت سے "اشتیاقِ گوش" سے تعبیر کر کے کیا خوب کہا ہے ؎

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

اس امت میں صدیقیت کا مقام قرآن کریم نے سب سے پہلے جس ہستی کو دیا وہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنہیں خداوندِ عالم نے کائنات ہستی کی سب سے افضل و برتر مخلوق محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ قرآن کریم نے سورۃ الضحیٰ میں اپنے غم زدہ رسولِ محترم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اپنے دو احسانات میں سے ایک احسان یاد دلایا :

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى (آیت ۸)

"اے نبی! تمہارے رب نے تمہیں نادار پایا' پھر اس نے غنی کر دیا"۔

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضور ﷺ نادار تھے' یتیم تھے' جس محترم چچا کی پرورش میں تھے وہ بھی خاندان بنی ہاشم کے ایک غریب تاجر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی خوشحال تاجر خاتون کے دل میں آپؐ کی محبت ڈالی' زوجیت میں آنے کے بعد انہوں نے اپنی تمام دولت حضورؐ کے قدموں میں ڈال دی۔ یہ خدائی منصوبہ تھا' قدرت نے آپؓ کو اپنے نبی کی ناداری کو دور کرنے کے لئے منتخب کر رکھا تھا' چنانچہ غارِ حراء سے واپسی کے بعد حضورؐ کے اضطراب کو دیکھ کر تسلی کے جو یہ جملے آپؓ نے فرمائے : "انک لا یخزیک اللّٰہ ابدًا" یعنی "یقیناً آپؐ کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی بے عزت نہیں کرے گا"۔ اور پھر آپؐ کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ورقہ نے آپؐ کو نبوت ملنے کی بشارت دی --- تسلی کے ان محبت بھرے فقروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے دل میں حضورؐ کی صداقت کا یقین جلوہ گر تھا --- اور آپ کو اولیت بالایمان کا مطلق درجہ حاصل ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے ابھی منصبِ نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا' لہٰذا اعلان کے بعد اولیت اور تقدم میں وہ ترتیب قائم کر دی گئی جو جمہور سے منقول ہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کا اجتہاد

مرد اور عورت کے درمیان فضیلتِ اعمال میں برابری کے مسئلہ کو ہم حضرت محبوب

الٰہیؒ" کے اس اجتہادی کلام سے بھی حاصل کر سکتے ہیں جو حضرت شیخؒ" نے توسل کے بارے میں فرمایا۔ یہ اجتہاد حضرت شیخؒ" کا علم کلام اور علم عقائد کے باب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس اجتہاد کا حاصل یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے نیک مردوں کے اعمالِ حسنہ کی "کمیت" (تعداد) کے مقابلہ میں عورتوں کے اعمال حسنہ کی "کیفیت" کو سامنے رکھا اور تعداد کی کمی سے عورتوں کے مرتبہ میں نقصان کا جو تصور پیدا ہوتا تھا اس نقصان کی تلافی کیفیت کے ذریعے فرمائی۔ حضرت شیخؒ" نے اہل اللہ کے توسل کے سلسلہ میں فرمایا کہ وہ حضرات اپنے توسل میں نیک عورتوں کو نیک مردوں پر مقدم رکھتے ہیں' کیونکہ "نیک زناں غریب باشند" (فوائد اول ص ۲۸۸) یعنی نیک عورتیں گمنام ہوتی ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نیک عورت کی عبادات میں جو اخفاء اور تستر ہوتا ہے وہ فطری طور پر ریاکاری کے خطرہ سے دور اور اخلاص و حنیفیت سے قریب ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرد کی عبادات میں اعلان و اظہار رکھا گیا ہے تاکہ ملی اجتماعیت اور مرکزیت کا شعور و جذبہ پیدا ہو۔ اجتماعیت کی مصلحت کے ساتھ اس میں ریاکاری کے خطرہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ عورت کی نماز گھر کے صحن سے دالان میں افضل ہے اور دالان سے گھر کی کوٹھری میں افضل ہے۔ یہ اخفاء ہے۔ جبکہ مرد کی نماز باجماعت انفرادی نماز کے مقابلہ میں ستر درجہ زیادہ ثواب کی حامل ہے' کیونکہ اس میں اظہار ہے۔ حج بیت اللہ میں مرد کے تمام پُر تکلف کپڑے اتروا دیئے گئے اور احرام کی دو چادریں کافی قرار دی گئیں' جبکہ عورت کے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگایا گیا' صرف احتیاط کے ساتھ چہرہ کو کھلا رکھنے کی ہدایت کی گئی' یعنی صرف علامتی احرام کو کافی سمجھا گیا۔ حضرت شیخ المشائخؒ" کے اس روحانی نظریہ کی وضاحت اس ناچیز نے اپنی کتاب "فوائد الفواد کا علمی مقام" میں کی ہے جو ربانی بک ڈپو لال کنواں دہلی کی نگرانی میں زیر طباعت ہے اور بہت جلد اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔

پردہ میں رہنے والی صاحب ولایت عورتوں کو کون دیکھتا ہے؟ ان کی عبادات' ان کا ذکر و فکر' ان کا جذب و حال کس کے سامنے آتا ہے؟ یہ جن افراد کے سامنے آتا ہے' یعنی شوہر' بہن بھائی' ماں باپ' ان کی نظروں میں عورت کی حیثیت خدمت گزار کی ہوتی ہے۔

اور رشتہ زوجیت تو ایسا ہے کہ نہ شوہر بیوی کو کچھ جانچتا ہے اور نہ بیوی اپنے شوہر کو کچھ جانچتی ہے۔ یہ صرف نبوت کا اعجاز ہے کہ سب سے پہلے بیوی نے اپنے شوہر کی نبوت اور ان کے روحانی کمال کو پہچانا۔

صفوانؓ اور ان کی اہلیہؓ کا واقعہ

اس سلسلہ میں عہدِ رسالت کا ایک واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ اس واقعہ میں بیوی شب بیدار ولی تھیں اور شوہر ایک محنت پیشہ مزدور تھے۔ یہ حضرات صفوانؓ بن معطل تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بابرکت میں حاضر تھے کہ صفوان کی بیوی تشریف لائیں اور انہوں نے اپنے شوہر کی شکایت کی۔ صفوان مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا : "یضربنی اذا صلیتُ یفطِرنی اذا صمتُ ولا یصلی الفجر حتیٰ تطلع الشمس " حضورؐ! یہ صفوان مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں اور جب میں روزے رکھتی ہوں تو یہ انہیں تڑوادیتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ یہ صبح کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھتے ہیں --- حضورؐ نے صفوانؓ سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے جواب دیا : "اما قولھا یضربنی اذا صلیت فانھا تقرء بسورتین وقد نھیتُھا' واما قولھا یفطّرنی فانھا تنطلق تصوم' فانا رجلٌ شابٌ فلا اصبر" حضورؐ! پہلی شکایت کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک ایک رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتی ہیں اور میں انہیں اس سے روکتا ہوں' دوسری شکایت کا جواب یہ ہے کہ یہ روزے شروع کرتی ہیں تو رکھتی چلی جاتی ہیں' ناغہ نہیں کرتیں اور میں ایک جوان آدمی ہوں' صبر نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا : "لو کانت سورةً واحدةً لکفت الناس " یعنی "اگر لوگ ایک سورۃ تلاوت کریں تو وہ کافی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خاتون گھر میں جہری تلاوت کرتی ہوں گی اور معاملہ فرض نمازوں کا ہو گا --- نفل نمازوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ روزہ افطار کرانے کی شکایت پر آپؐ نے عورتوں کو عام ہدایت فرمائی : "لا تصوم امرأة الا باذنِ زوجِھا" یعنی "کوئی عورت نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے"۔

صفوانؓ نے اپنے متعلق شکایت کا جواب دیتے ہوئے کہا : "فانا اھل بیت قد عُرِفَ لنا ذاک لانکاد نستیقظ حتی تطلع الشمس" حضورؐ! میں ایک محنت کش خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور لوگ اس بات کو جانتے ہیں (صفوان رات کو مدینہ میں پانی بھرا کرتے تھے) میں صبح سویرے نہیں اٹھتا یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے۔ آپؐ نے صفوان کو ہدایت کی : "فاذا استیقظتَ یا صفوان فصلِّ" یعنی "اے صفوان! جب تمہاری آنکھ کھل جائے تو نماز پڑھ لیا کرو" —

اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے :

۱ ۔ صفوان ایک محنت کش آدمی تھے' بڑے بہادر تھے' حضورؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے' شام کے غزوات میں عہدِ فاروقیؓ کے اندر جام شہادت نوش فرمایا۔

۲ ۔ ایک مجاہد کو ایک عبادت گزار (صوفی) بیویؓ مل گئی تھی۔ صفوانؓ نے اپنی سخت مزاجی کے سبب (جو ایک محنت کش میں ہوتی ہے) اپنی صاحب ولایت بیوی پر ہاتھ چھوڑ دیا' جو بیوی عبادت گزاری میں ان سے افضل تھیں۔

۳ ۔ قریش عرب اپنی عورتوں کے ساتھ سخت معاملہ کرتے تھے جسکی اسلام نے اصلاح کی۔ اس خاص معاملہ میں چونکہ مرد کے شرعی حق فوت ہونے کی شکایت تھی اور نفلی عبادات (تلاوت و صوم) کو حقوق العباد پر مقدم کرنے کی بات تھی اس لئے حضورؐ نے صفوان کی زیادتی سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی اہلیہ کو نصیحت فرمائی۔

۴ ۔ عورت کی شکایت پر آپؐ کی نصیحت کا انداز نہایت نرمی اور رخصت پر مبنی ہے۔ آپؐ نے ان کے محنت کشانہ پیشہ کی رعایت کرکے فرمایا : "جب بھی آنکھ کھل جائے فوراً نماز پڑھ لیا کرو"۔ (مشکوٰۃ ۲۸۲)

۵ ۔ وہ اللہ والی خاتونؓ حضور ﷺ کے فیصلہ سے مطمئن ہو کر چلی گئی۔ راویوں نے اس ولی خاتونؓ کا نام تک نہیں بتایا اور اللہ تعالیٰ نے اس اللہ والی کو گمنام رکھا۔

عورتوں کے خلاف پروپیگنڈہ

عزیز مصر نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو اس کا

فیصلہ قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے :

﴿ فَلَمَّا رَاٰى قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝﴾ (یوسف : ۲۸)

"پھر جب اس نے دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ بولا : بے شک یہ تم عورتوں کا مکر و فریب ہے اور بے شک تم عورتوں کا مکر و فریب بڑا ہوتا ہے"۔

عزیز مصر کے اس قول کو لے کر بعض مفسرین نے عورتوں کی پوری جنس کے بارے میں بڑے فریبی ہونے کی بحث چھیڑ دی ہے' یہاں تک کہ شیطان کے فریب سے مقابلہ کرتے ہوئے عورتوں کے فریب کو شیطان سے بڑھا دیا ہے' کیونکہ شیطان کے فریب کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ہے :

﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝﴾ (النساء : ۷۶)

"بیشک شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے"۔

مولانا ابو الکلام آزاد نے مفسرین کی اس ساری بحث کو بے بنیاد اور مہمل قرار دیا ہے کیونکہ عورتوں کے بارے میں یہ قرآن کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ عزیزِ مصر کا قول ہے اور وہ بھی ان عورتوں کے متعلق ہے جن کا مقابلہ حضرت یوسف کے ساتھ ہوا۔ مولانا ابو الکلام آزاد کو اس بحث پر اتنا غصہ آیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں :

"بلاشبہ مردوں نے اپنی ظالمانہ خود غرضیوں سے عورتوں کے بارے میں ہمیشہ ایسے ہی فیصلے کئے ہیں' لیکن یہ فیصلہ قرآن کریم کا نہیں ہے' اس نے ہر جگہ مرد اور عورتوں کا مساویانہ حیثیت سے ذکر کیا اور فضائل و خصائل کے لحاظ سے وہ دونوں میں کسی طرح کی بھی تفریق نہیں کرتا"۔

آگے لکھتے ہیں :

"حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکبازی اور عصمت کے لحاظ سے دونوں جنسوں میں تفریق کرنی ہو تو ہر طرح کی نفس پرستیوں اور مکاریوں کی حیوانیت مرد کے حصہ میں آئے گی اور ہر طرح کی فرشتگی عورت کے لئے ثابت ہوگی"۔ (ترجمان القرآن جلد دوم' ص ۲۶۶)

آخر میں لکھتے ہیں :

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

اسلامی نظامِ عدل

تحریر : چوہدری خالد نذیر' ایل ایل ایم (شریعہ)

ہر قانونی نظام ایک نا قابل تقسیم وحدت اور اکائی ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح شریعتِ اسلامیہ بھی ایک مکمل قانونی نظام ہے۔ تمام اسلامی قوانین ایک مربوط نظام عدل کا حصہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو اختیار کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ یہ بات نہ صرف احکاماتِ شریعہ کے خلاف ہے' اصول قانون کے مسلمہ قواعد و ضوابط بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی قانونی نظام کی کچھ چیزوں کو اختیار کر لیا جائے اور کچھ کو حسب خواہش ترک کر دیا جائے۔ علماء قانون اس بات پر متفق ہیں کہ ہر قانونی نظام ایک نا قابلِ تقسیم وحدت اور اکائی ہوتا ہے[1]۔ ہر قانونی نظام کا ایک بنیادی فلسفہ و سوچ ہوتی ہے۔ یہی بنیادی فکر اس قانونی نظام کا محور رہتا ہے۔ باقی تمام قوانین اسی بنیادی سوچ اور فکر کا مظہر ہوتے ہیں۔

شرعی قوانین کی امتیازی حیثیت

قانون کا موضوع انسانی سلوک و عمل ہے۔ انسانی فطرت و جبلت اور بنیادی انسانی ضروریات کسی بھی قانون کی ترکیب و ماہیت میں بنیادی عامل ہیں۔ شرعی قوانین کو دوسرے قوانین پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ خالق کائنات علیم و خبیر کا اپنی مخلوق کے لئے عطیہ ہیں۔ مخلوق کی فطری و جبلی ضروریات اس کے علم کا حصہ ہیں۔ لہٰذا اللہ بزرگ و برتر نے معاشرے میں انسانی تعلقات کو منضبط و منظم کرنے کے لئے بہترین قوانین و ضوابط عطا فرمائے۔

قانون اور اس کا مقصد

انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظاموں کا مطمح نظر اور مقصد بھی انسانی سلوک و عمل کو

منضبط و استوار کرنا ہے مگر اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے لہٰذا وہ ہر وقت بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں کبھی ایک قانون بناتے ہیں تو کبھی دوسرا[۱۲]، کبھی ان کے قانون کی بنیاد عقل و فکر پر ہوتی ہے اور کبھی محض اکثریت کی رائے ہی قانون ہوتا ہے خواہ اکثریت کی رائے پر مبنی قانون انسانی فطرت و جبلت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ قانون حکمِ حاکم ہوتا ہے اور کبھی مسلسل انسانی عمل کی پیداوار ہوتا ہے [۱۳]۔ غرض انسان کا وضع کردہ قانون بہت کم عقل و خرد کا پابند ہوتا ہے کیونکہ قانون سازی میں دیگر عوامل، جیسے حاکمِ وقت کی ذاتی خواہش، مخصوص وقتی نظریات، مختلف طبقات کا متضاد رویہ بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کے ذریعے اپنے بندوں کو مسلسل قانونی تجربات کے نقصان سے بچالیا اور غلطی سے پاک اور مبرا قوانین عطا کئے، جن پر عمل کرکے انسان ابدی فلاح کا حقدار بن جاتا ہے۔ تمام شرعی قوانین ایک مکمل نظامِ عدل کا حصہ ہیں [۱۴]۔

اسلامی نظامِ عدل ایک مربوط اکائی ہے

اسلامی قوانین کس طرح باہم مربوط ہیں اس کے لئے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱) حدِ سرقہ: حدِ سرقہ کا اسلام کے معاشی نظام اور معاشرتی نظامِ کفالت سے گہرا تعلق ہے۔ اسلامی معاشی نظام اقتصادی بہبود کا ایسا پروگرام مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے افراد کی مادی حاجات کی تکمیل کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقرباء کی کفالت کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی چوری جیسے جرم کا ارتکاب کرے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ اور اگر ریاست کسی وجہ سے انفرادی و اجتماعی کفالت کی ذمہ داری پوری نہ کرسکے تو ان حالات میں حد جاری نہیں کی جاتی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جب عرب میں قحط کی صورت پیدا ہوئی تو آپؓ نے حد سرقہ جاری نہ فرمائی [۱۵]۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی معاشی پروگرام و قوانین کا حد سرقہ سے گہرا تعلق ہے لہٰذا حد سرقہ کے اجراء کے قانون سے پہلے درج ذیل قوانین کا نفاذ اور اجراء لازم ہے۔

ا) استحصال سے پاک معاشی قوانین کا نفاذ، سود، ذخیرہ اندوزی، قمار، سٹہ، لاٹری کا خاتمہ،

تجارتی و کاروباری قوانین کو قرآن و حدیث میں بیان کردہ اصول و ضوابط کے تحت جاری کرنا۔

ب) زکوٰۃ و عُشر کے نظام کے ذریعے سماجی بہبود کا پروگرام مہیا کرنا۔

ج) وسائلِ دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانا۔

د) اقرباء کی کفالت سے متعلق قوانین کا مؤثر نفاذ۔

حدِ سرقہ کے نفاذ سے پہلے مذکورہ بالا قوانین کا نہ صرف نفاذ لازم ہے بلکہ عام آدمی کا ان قوانین کے ثمرات کو محسوس کرنا اور ان سے خاطر خواہ حد تک مستفید ہونا بھی ضروری ہے۔

۲) حدِ زنا: اس حد کا اسلام کے عائلی قوانین سے گہرا ربط ہے۔ اسلام نے نکاح کے قانون میں وسعت اور گنجائش رکھی ہے۔ ایک آدمی حسب حالات و شرط عدل ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے[۶]۔ اس قانونی وسعت کے باوجود اگر کوئی زنا جیسے جرم کا مرتکب ہو گا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ لہٰذا حد زنا کے اجراء سے قبل نکاح و طلاق کے قوانین کا مکمل طور پر اسلامی شریعت کے مطابق ہونا لازم ہے۔ اس کے بغیر حد زنا کا اجراء قانونی ظلم و تعدی کو جنم دے گا[۷]۔

۳) قانونِ وراثت: اسلامی قانون وراثت کے تحت ترکہ میں بھائی کا حصہ بہن سے دوگنا ہے[۸]۔ یہ اس بنا پر ہے کہ قانون نفقہ میں خاندان کی مادی کفالت کا ذمہ دار مرد کو بنایا گیا ہے۔ قانون نکاح میں مہر کی ادائیگی بھی مرد کے ذمہ ہے۔ یہ سب قوانین باہم مربوط اور ان کی حکمت و فلسفہ مشترکہ اصولوں پر مبنی ہے۔ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون وراثت اسلامی ہو اور قانون نفقہ و کفالت احکاماتِ شرعیہ کے مطابق نہ ہو۔ اسلامی قوانین کی حکمت و فلسفہ کو سمجھنا ہو تو انہیں بطور مجموعی دیکھنا ہو گا۔ اسی طرح قوانین شرعیہ کا نفاذ بھی کُلی اور مکمل ہو گا۔ شرعی قوانین کا جزوی نفاذ اس کے فلسفہ و حکمت کے خلاف ہے۔ یہ ناقابل عمل اور بے ثمر ہے۔

اسلامی قوانین کا جزوی نفاذ احکامِ قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے

اسلامی نظام عدل چونکہ ایک مربوط اکائی اور وحدت ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ کچھ قوانین کو نافذ کر دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس رویّہ سے نہ صرف یہ کہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں کامیابی ہو گی بلکہ یہ چیز نصوصِ قرآنیہ کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو۔ سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے"۔
(البقرہ : ۸۵)

چنانچہ ارشادِ خداوندی کے مطابق کچھ اسلامی قوانین کو قبول کرنا اور کچھ کو چھوڑ دینا کفر کے مترادف ہے اور اس کا انجام دنیا و آخرت کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ ایک دوسری آیۂ کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

"اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے"۔ (آل عمران : ۸۳)

"اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین تو اس سے ہرگز قبول نہ ہو گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا"۔ (آل عمران : ۸۵)

ایک اور آیت میں قرآن حکیم نے شرعی احکامات میں امتیاز برتنے یعنی کچھ کو اختیار کرنے اور کچھ کو چھوڑ دینے یا ان دونوں کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا :

"جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ، ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب"۔
(النساء : ۱۵۰، ۱۵۱)

مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکامی جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے

پاکستان میں گزشتہ دہائی کے دوران مختلف موضوعات و معاملات سے متعلق شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں آیا مگر معاشرے میں ان قوانین کے خاطر خواہ اثرات محسوس نہیں کئے جا رہے' اور نہ ہی عام آدمی ان قوانین کے ثمرات سے کماحقہ' مستفید ہو رہا ہے۔ یہ صورتحال دراصل اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے۔ تمام اسلامی قوانین چونکہ ایک وحدت اور اکائی کا حصہ ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور مربوط ہیں لہٰذا شرعی قوانین کی برکات سے معاشرہ اُس وقت تک فیض یاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ قوانین اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ نہیں ہو جاتے۔

اسلامی قوانین کا جزوی نفاذ مختلف قانونی پیچیدگیوں کو جنم دیتا ہے

احکام شرعیہ کا جزوی نفاذ مختلف قانونی و معاشرتی پیچیدگیوں کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس کی واضح مثال سپریم اپیلیٹ شریعت بنچ میں ایک کیس میں سامنے آچکی ہے۔ واقعات کے مطابق فیڈرل شریعت کورٹ نے حدِ زنا کے ایک کیس میں ماخوذ ملزموں کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ کے تحت سزا دی۔ اس کے خلاف ملزموں نے سپریم شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل کی جہاں وہ بری قرار دے دیئے گئے۔ سپریم شریعت بنچ نے یہ فیصلہ اس بنیاد پر دیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے یہ سزا مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعات کو بنیاد بنا کر دی تھی جب کہ اسلامی شریعت کے اصل قانون کی رو سے ملزمان کو یہ سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ عدالتِ عالیہ نے بجا طور پر قرار دیا کہ ایسی صورتحال میں فیصلہ شرعی قانون کے مطابق کیا جائے گا نہ کہ مروج قانون کے مطابق[9]۔

شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز قانونی ظلم و تعدی کا باعث ہو گا

یہ صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ عام قانون تو شرعی اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو مگر سزا کا قانون شریعت سے ماخوذ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ سزا تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق نافذ کی جائے جب کہ معاشرتی ضابطے انسان کے اپنے

بنائے ہوئے قانون کے مطابق مقرر ہوں۔ اور ان ضابطوں میں وہ وسعت اور گنجائش کا پہلو موجود نہ ہو جو اللہ بزرگ و برتر کے عطا کردہ قانون میں موجود ہے تو ایسی صورت میں شرعی سزاؤں کا نفاذ مخلوق خدا پر قانونی ظلم و جور کا راستہ کھول دے گا۔ اوپر والی مثال میں سپریم شریعت اپیلیٹ بنچ اگر ملزمان کی دادرسی نہ کرتا اور شرعی قانون کی بالادستی کو قائم نہ رکھتا تو قانونی ظلم نے اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ خالقِ کائنات نے اگر بعض جرائم پر سخت سزائیں مقرر فرمائی ہیں تو مناسب قانونی گنجائش و سہولت بھی عطا فرمائی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سزائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نافذ کریں اور معاشرتی ضابطے خود مقرر کریں۔ شرعی سزاؤں کی بنیاد شرعی ضابطے اور قانون ہیں۔ اگر شرعی قانون و ضابطے نافذ ہیں تو شرعی سزائیں بھی نافذ ہو سکتی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو شرعی سزا بھی نافذ نہیں کی جا سکتی [۱۰]۔ شرعی سزائیں محض سزائیں ہی نہیں بلکہ یہ حرام و حلال کی حدود کا بھی تعین کرتی ہیں۔ اور حلال و حرام کے تعین کا حق صرف خالق کائنات کو ہے۔ کسی حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قائم کردہ حلال و حرام کی حدود میں کمی یا زیادتی کرے۔

شرعی قوانین کا نفاذ اور نظریۂ تدریج

پاکستان میں اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کے حق میں بالعموم جو دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی شرعی قوانین بتدریج نافذ کئے گئے [۱۱]

شرعی قوانین کا بتدریج نفاذ نہ صرف جائز بلکہ مناسب بھی ہے بشرطیکہ اس کی بنیاد قانونی شعور ہو نہ کہ حکمرانوں کی ذاتی پسند و ناپسند۔ پاکستان میں تدریج کے فلسفہ پر عمل کیا گیا مگر اس کی بنیاد قانونی شعور نہیں بلکہ انتظامی سہولت، خواص کی رائے کا احترام اور حکومت کی صلاحیت پر رکھی گئی۔

قانون کا موضوع انسانی سلوک و عمل اور اس کا مقصد باہمی انسانی تعلقات کو نظم و ضبط کا پابند کر کے معاشرے میں امن و سکون پیدا کرنا ہے تاکہ انسان ایک محفوظ اور پرمسرت زندگی گزار سکے۔

ہر قانون دو حصوں پر مبنی ہوتا ہے

دنیا میں جو بھی قانون بنایا جاتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ میں قواعد و ضوابط ہوتے ہیں جب کہ دوسرا حصہ ان قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر سزا کا تعین کرتا ہے۔

اولیت کس کو حاصل ہو گی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولیت قانون کے کس حصے کو حاصل ہو گی۔ یقیناً اولیت قواعد و ضوابط کو حاصل ہو گی نہ کہ سزا کو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حدود سے پہلے معاشی و معاشرتی نظم و ضبط کے قوانین عطا فرمائے۔ انفاق فی سبیل اللہ' صدقہ' یتیموں اور بے آسرا لوگوں کی خبر گیری سے متعلق آیات پہلے نازل ہوئیں [۳۲]۔ مال و جان' عزت و شرف کی حرمت سے متعلق احکامات پہلے نازل ہوئے۔ اس کے بعد حدود کے بارے میں احکامات نازل ہوئے [۳۳]۔

نظریۂ تدریج اور پاکستان میں شرعی قوانین کا نفاذ

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور نظریۂ تدریج کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یہاں تو کام مخالف سمت سے شروع کیا گیا ہے۔ ہمارے عائلی قوانین' معاشی قوانین و ضابطے' دیوانی و فوجداری ضابطے بدستور غیر اسلامی ہیں جب کہ ۱۹۷۹ء میں حدود آرڈیننس کا اجراء کر دیا گیا ہے۔ یہ چیز قطعی طور پر فلسفۂ تدریج' اس کی حکمت اور قانونی شعور کے خلاف ہے۔ اسلام کا نظام عدل ایک مربوط اکائی اور مکمل وحدت ہے' اس کا نفاذ کلی اور مکمل ہونا چاہئے۔ قانون میں سزا کا پہلو تو مؤخر ہو سکتا ہے دادرسی اور معاشرتی نظم و ضبط کا پہلو مؤخر نہیں ہو سکتا۔

حاصل کلام

خلاصہ یہ کہ شرعی قوانین مکمل نفاذ کا تقاضا کرتے ہیں۔ شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز اللہ بزرگ و برتر کے احکامات کی صریح خلاف ورزی اور اس کے غیظ و غضب کو دعوت

دینے کے مترادف ہے۔ اس طرزِ عمل سے نہ صرف یہ کہ عدالتی نظام گوناگوں پیچیدگیوں کا شکار ہو گا بلکہ یہ چیز مقاصد شریعت کے حصول میں بھی ناکامی کا باعث ہو گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس صورتحال میں قانونی ظلم و زیادتی کی راہ کھل جائے گی' معاشرہ اسلامی قوانین کی برکات و ثمرات سے محروم رہے گا' اسلامی قوانین کی حقانیت و افادیت پر سے لوگوں کا یقین اٹھ جائے گا اور انہیں ناقابل عمل اور بے سود تصور کیا جائے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ بلا تاخیر اسلامی نظام عدل اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ کرے۔

حوالہ جات

۱۔ Introduction to Jurisprudence by Lord L.Loyd p.921

۲۔ التشریع الجنائی الاسلامی ج ا ص ۱۴

۳۔ Introduction to Jurisprudence P.921

۴۔ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۳۱ التشریع الجنائی الاسلامی ج ا ص ۱۵' ۱۶' ۱۸

۵۔ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۴۴۱ ،
فاروق اعظم ص ۶۹۴

۶۔ سورۃ النساء : ۳

۷۔ التشریع الجنائی الاسلامی ج ا ص ۱۹' ۵۲' ۵۴' ۱۷۰

۸۔ سورۃ النساء : ۸

۹۔ PLJ 1992 SC207 Shariat Appeliate Jurisdiction

۱۰۔ التشریع الجنائی الاسلامی ج ۲ اص ۱۷۰

۱۱۔ حرمت خمر کے احکامات بتدریج نازل ہوئے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہوں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۹ اور سورۃ المائدہ کی آیات ۹۰' ۹۱

۱۲۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الشوریٰ آیات ۳۶ تا ۳۹' سورۂ فاطر آیات ۲۹ تا ۳۰' سورۃ اللیل آیات ۴ تا ۷ اور اسی سورۃ کی آیات ۱۲ تا ۲۱' سورۃ المعارج آیات ۱۵ تا ۲۵' سورۃ سبا آیت ۳۹' سورۃ الذاریات آیات ۱۵ تا ۱۹' سورۂ محمد کی آیات ۳۶ تا ۳۸' سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۸ تا ۳۰'

سورۃ الرعد آیت ۲۲۔اور حدِ سرقہ سے متعلق حکم سورۃ المائدہ آیت ۳۸ میں نازل ہوا۔

۱۳۔ملاحظہ ہوں سورۃ البقرہ آیت ۱۸۸' سورۃ النساءآیات ۲۹ تا ۳۰ اور ۱۶۰ تا ۱۶۱ نیز سورۃ المائدہ آیت ۴۲ اور ۶۱ تا ۶۳۔ان آیات کریمہ میں حرمتِ مال و جان واضح انداز میں بیان ہوئی ہے۔ سورۃ النور آیات ۴ تا ۵ اور ۶ تا ۱۹ اور آیت ۲۳ میں شریف عورتوں پر تہمت کی ممانعت اور سزا مذکور ہے جب کہ سورۃ المعارج آیات ۱۹ تا ۲۲' سورۃ المومنون آیات ۳ تا ۷' سورۃ الفرقان آیات ۶۸ تا ۷۰ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱' سورۃ النساء آیت ۱۶ میں زنا اور اس کے قریب قریب برائیوں کی حرمت اور ممانعت بتدریج بیان کی گئی۔جب کہ سورۃ النور کی آیت ۲ میں زانی مرد و عورت کے لئے سزایاں فرمائی گئی۔

فہرست کتب

۱۔ القرآن الحکیم' ترجمہ : شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب' تفسیر شبیر احمد عثمانی صاحب

۲۔ التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی' عبدالقادر عودہ' الجزء الثانی' دار احیاء التراث العربی۔بیروت لبنان۔الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

۳۔ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی' محمد ابوزہرہ' ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ' کراچی ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء

۴۔ فاروق اعظم ص ۶۹۴' محمد حسین ہیکل' ترجمہ : حبیب اشعر' مکتبہ میری لائبریری' لاہور' سن اشاعت ۱۹۸۶ء

۵۔ Introduction to Jurisprudence by Lord L.Loyd Sixth Ed.1986 City Press Great Britain

۶۔ Pakistan Law Journal, SC 207, Shariat Appeliate Jurisdicition

۷۔ تفسیر المنار' امام محمد رشید رضا' دارالفکر' الطبعہ الثانیہ۔بیروت لبنان

فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ

ازپروفیسر محمد یونس جنجوعہ

انسان کی زندگی میں جہاں خوشی اور مسرت کے لمحات آتے ہیں وہاں اسے رنج و غم اور مصیبت کے لمحات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ خوشی کے مواقع فرح اور انبساط پیدا کرتے ہیں جبکہ رنج و غم سے انسان افسردہ اور پریشان ہو جاتا ہے۔ مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے اسلام خوشی و مسرت اور رنج و غم کے مواقع پر متوازن اور معتدل رویہ اختیار کرتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے :

لِكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ (الحدید : ۲۳)

"تاکہ جو تم سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا اس پر اترایا نہ کرو۔ اور خدا کسی اترانے والے شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا"۔

یہ اس لئے کہ خوشی اور غمی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے فیصلہ کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کا یہ حال رہنا چاہئے کہ جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آجائے تو وہ مایوسی اور پریشانی کا شکار نہ ہوں بلکہ ایمانی صبرو ثبات کے ساتھ اس کا استقبال کریں اور دل میں اس یقین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے' جو ہمارا رحیم و کریم اور مہربان رب ہے' اور وہی ہمیں اس مصیبت سے نجات دینے والا ہے۔ اسی طرح جب ہر طرح کی نعمتیں میسر ہوں اور راحت و آرام کے ساتھ حالات سازگار ہوں تو بھی --- اس کو اپنے زورِ بازو اور عقل و دانش کا نتیجہ نہ سمجھیں بلکہ اس وقت بھی اپنے دل میں یہ یقین تازہ کریں کہ یہ سب خوشی اور مسرت کے سامان محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی عطا ہے اور وہ جب چاہے یہ نعمت واپس بھی لے سکتا ہے۔ یہ طرز عمل اختیار کرکے بندہ اپنے رب کے دامن سے وابستہ رہتا ہے اور اس پر خدا

فراموشی اور آزاد خیالی طاری نہیں ہوتی۔ نیز وہ مصائب و آلام کو حکیم و علیم خدا کی جانب سے سمجھ کر ان کو برداشت کرتا اور مایوسی اور دل شکستگی سے بچا رہتا ہے۔

صبر اور شکر اسلامی اخلاق کے دو اہم عنوان ہیں۔ شکر مومن کے اس رویئے کا نام ہے جب وہ خوشی اور مسرت کے لمحات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس کو خدا کا عطیہ جان کر اس کی حمد کے ترانے گاتا ہے۔ اور صبر اس کیفیت سے عبارت ہے جب مؤمن کو دکھ' رنج یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اس صدمے کو اللہ حکیم و علیم کی مشیت اور رضا سمجھ کر قبول کرتا اور شکوہ و شکایت یا جزع و فزع نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ' وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ' اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ' وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (رواہ مسلم)

"بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے' اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اس کو خوشی اور راحت و آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور برکت کا موجب ہوتا ہے"۔

ابن ماجہ میں وارد ایک حدیث قدسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ (رواہ ابوامامہ)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اے فرزندِ آدم اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم کوئی اور ثواب تجھے دیا جائے"۔

صدمہ کے وقت اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت صبر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود ہی صبر آ جاتا ہے۔ چنانچہ صدمہ پہنچنے کے وقت اللہ کی رضا کے لئے صبر کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اسی لئے اس کا بھرپور اجر دینے کا وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے : "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" یعنی "بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

صحیحین کی ایک حدیث میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینبؓ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور چل چلاؤ کا وقت ہے' لہٰذا آپ اِس وقت تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اسی کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے۔ الغرض ہر چیز ہر حال میں اسی کی ہے اور اور ہر چیز کے لئے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے۔ پس چاہئے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر و ثواب کی طالب بنو۔ صاحبزادی صاحبہؓ نے پھر آپؐ کے پاس پیام بھیجا اور قسم دی کہ اِس وقت حضورؐ ضرور تشریف لائیں۔ پس آپؐ اٹھ کر چل دیئے اور آپؐ کے اصحابؓ میں سے سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ہو لئے۔ پس وہ بچہ اٹھا کر آپؐ کی گود میں دیا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اس کے اس حال کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا : حضرت یہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا : "یہ رحمت کے اس جذبے کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت ان ہی بندوں پر ہو گی جن کے دلوں میں رحمت کا یہ جذبہ موجود ہو"۔

معلوم ہوا کہ صدمے کے اثر سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانا رقت قلب کی علامت اور جذبہ رحمت کا لازمی نتیجہ ہے جو کہ صبر کے منافی نہیں۔ البتہ جزع فزع اور شکوہ و شکایت کے الفاظ زبان پر لانا بے صبری ہے۔

مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمہ وقت آزمائش میں سمجھے۔ خوشی اور مسرت کی حالت بھی آزمائش ہے اور جذبہ شکر کے ساتھ ساتھ خدا کی نعمتوں کا خدا کے حکم کے مطابق استعمال اور خدا کی حمد و ثنا اس کی کامیابی ہے۔ رنج و الم اور دکھ تکلیف کی حالت بھی آزمائش ہے جبکہ اسے خدا کی مشیت اور فیصلہ جان کر قبول کرنا اور اپنے اوپر صبر

کی کیفیت طاری کرنا اس کی کامیابی ہے۔

سب سے بڑا صدمہ کسی عزیز کی وفات ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر صدمہ سے دوچار خاندان کے ساتھ اظہارِ تعزیت مسنون ہے' مگر تعزیت کے خودساختہ طریقے چنداں سودمند نہیں۔ صاحب خانہ کو صبر کی تلقین اور رجوع الی اللہ کی یاددہانی ہی اصل تعزیت ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تعزیتی خط لکھوا کے بھیجا۔ اس خط کا متن مع ترجمہ اس طرح ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مِن محمدٍ رسولِ اللہ الی معاذ بن جبل۔ سلامٌ علیک' فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ اما بَعد فاعظم اللہ لکَ الاجر وَالھمک الصبر۔ ورزقنا وایاک الشکر۔ فان انفسنا واموالنا واھلنا مِن مواھب اللہ الھنیئہ وعواریہ المستودعة۔ متعک اللہ الذی بہ فی غبطة وسرور وقبضہٗ منک باجر کبیر۔ الصلٰوة والرحمة والھدٰی ان احتسبتہ' فَاصبِر ولا یُحْبِطُ جزَعُکَ اجرَکَ فتَندَم۔ وَاعلم ان الجزع لا یردّ میتًا ولا یدفع حَزنًا وما ھو نازلٌ فکان قَدْ۔ والسلام۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام۔ پہلے میں اس اللہ کی حمد تم سے بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعدازاں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجر عظیم دے اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں' ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطئے اور اس کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کی مشیت ہوئی اپنی اس امانت کو تم سے واپس لے لیا اور وہ تم کو اس کا بڑا اجر دینے والا ہے۔ اللہ کی خاص نوازشیں' اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب اور رضاء الٰہی کی نیت سے صبر کیا

(پس اے معاذ) صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع و فزع تمہارے اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو۔ اور یقین رکھو کہ جزع اور فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے دل کا رنج و غم دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم آتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔ والسلام"

اس تعزیت نامے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی حقیقت پسندانہ انداز میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر تعزیت بھی کی ہے' صبر جمیل کی تلقین بھی کی ہے اور جزع و فزع سے روک کر صحیح طرز عمل کی طرف راہنمائی بھی کی ہے۔ گویا اس تعزیت نامے میں ہر اس شخص کے لئے تعزیت' خیر خواہی' تسلی اور تشفی کا پورا سامان ہے جس کو کوئی صدمہ پہنچے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی مصیبتوں میں اپنے ہادی و رہبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز نصیحت سے صبرو سکون حاصل کریں۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہو گا کہ چند دن قبل امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے چھوٹے بھائی جناب اقتدار احمد کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک اور ڈاکٹر صاحب کی تنظیمی اور دعوتی سرگرمیوں میں ہمہ تن ان کے معین و مؤید تھے۔ وہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی فکر کی نشرو اشاعت کے لئے زرِ کثیر صرف کر کے انہوں نے "ندا" جاری کیا' جسے بعد ازاں "ندائے خلافت" کی صورت دی اور بڑی جدوجہد اور کاوش کے ساتھ اس کو چلایا۔ گہرے خاندانی روابط کے علاوہ وہ صحیح معنوں میں ڈاکٹر صاحب کے دست راست' اچھے مشیر غمگسار اور خیر خواہ تھے۔ ایسے بھائی کی جدائی ڈاکٹر صاحب کے لئے یقیناً بہت بڑا صدمہ تھا۔ مگر ہم نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اس موقع پر بھی صبرو ثبات کے پہاڑ اور سراپا تسلیم و رضا تھے۔ انہوں نے وہ دعوتی و تنظیمی پروگرام جو پہلے سے طے شدہ تھے بڑے عزم اور حوصلے کے ساتھ بروقت انجام دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر یہ طرز عمل ڈاکٹر صاحب کے علاوہ کسی دوسرے میں کم ہی نظر آیا ہے۔

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

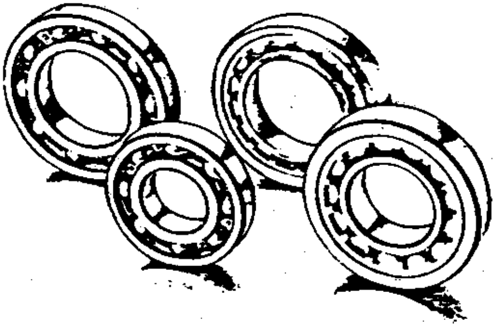

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : **(Opening Shortly)** Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

"بابر نہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ است"

_____ طیبہ یاسمین 'رفیقہ تنظیم اسلامی _____

موت کا تصور فنا کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی 'شاعر' ادیب اور افسانہ نگار جب بھی کسی انسان کے انتقال کا ذکر کرتے ہیں تو بڑا ہی خوفناک اور مایوس کن منظر پیش کرتے ہیں۔ گویا آنکھ بند کرتے ہی سارا عیش 'ساری رنگینی' اس دنیا کی خوبصورتیاں 'حسن اور سب راحتیں ختم ہو جائیں گی اور انسان پھر کبھی اس سرزمین پر نظر نہ آئے گا۔ وہ فنا کے گھاٹ اتر کر نہ جانے کہاں چلا جائے گا!۔ غالب نے بھی کہہ دیا کہ ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے؟

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ انسان اسی دنیا کو سب کچھ جان کر اس کی بھلائی اور اس میں راحت اور عیش حاصل کرنے کو ہی اپنا اول و آخر مقصود بنا لیتا ہے۔ پھر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ زندگی کا یہ جو مختصر سا عرصہ ہے 'اسی کو عیش و عشرت کے ساتھ بسر کرنے کی تگ و دو کی جائے کہ نہ جانے یہ ساری رنگینیاں کب ختم ہو جائیں اور اسی خیال سے مغل شہنشاہ بابر نے بھی کہہ دیا کہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ اس انداز میں سوچیں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ اس دنیا میں خواہ کتنے ہی زیادہ سے زیادہ عیش کئے ہوں' آخر تو وہ ختم ہونے والے ہیں اور پھر نہ ختم ہونے والی اندھیری رات ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ جو اس دنیا میں بہت مختصر سی زندگی لے کر آتے ہیں' ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان بے چاروں نے اس دنیا کا دیکھا ہی کیا تھا۔ گویا مقصد ہی یہ تھا کہ اس دنیا کو دیکھا جائے اور یوں ہے تو پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ ۔

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بِن کھلے مرجھا گئے

گویا اس پوری زندگی کی حقیقت و اہمیت صرف اور صرف دنیاوی جاہ و دولت' سازو سامان' سیرو تفریح اور اس کی خوشیاں ہیں جو اگر حاصل نہ ہو سکیں تو ہائے ناکامی' وائے حسرت!۔ چنانچہ کوئی شخص طویل العمر ہوا تو اس کے بارے میں کچھ تسلی ہوتی ہے کہ چلو زندگی کی بہاریں تو اچھی طرح لوٹ لیں اور اسی لئے دعائیں دینے والوں کی سب سے بڑی اور پسندیدہ دعا بھی لمبی عمر کی ہی ہوتی ہے۔ "تم سلامت رہو ہزار برس' ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار"۔ خواہ لمبی عمر کی یہ زندگی مصائب' پریشانیوں اور آفتوں میں گھری ہو مگر رہو اسی دنیا میں کہ ۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دَم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

مگر غور کیا جائے تو انسانی زندگی کا یہ مقصد اور تصور بہت بھیانک اور نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی رو سے انسان کی روح یومِ الست سے موجود ہے اور ابد تک رہے گی' فرق صرف زندگی کے مدارج اور اس کی نہج میں ہے۔ گویا انسان فانی نہیں ہے۔ اس کی روح عالمِ ارواح سے سفر کر کے اس فانی دنیا میں کسی خاص مقصد کو پورا کرنے بطورِ آزمائش آئی ہے' یہاں کی رہائش' طرز زندگی اور ساری تگ و دو اس مقصدِ حیات کو پورا کرنے کے لئے ہے اور جو انسان اس آزمائش میں پورے اتریں گے ان کے لئے ہر قسم کے عیش اور آرام اور نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی' سکون ہی سکون ہو گا۔ اپنی موجودہ زمین پر ہم اس عارضی زندگی کے خاتمہ پر نہیں ہوں گے بلکہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کامیاب قرار دیئے جانے پر وہ تمام راحتیں اور سہولتیں ہمیں بہترین صورت میں ملیں گی جنہیں حاصل کرنے کے لئے ہم حلال و حرام کی حدود پھلانگتے ہوئے تمنا کرتے اور حسرت کرتے اور دونوں ہاتھوں سے انہیں سمیٹنے کے لئے گمراہی کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ بس ذرا صبر اور استقلال کی ضرورت ہے۔ اسی لئے میں بابر کی روح سے معذرت کے ساتھ کہا کرتی ہوں کہ ع

"بابر نہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ است"

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

ـــــ میوس بی جولی (انگلینڈ) ترتیب و ترجمہ : ام اسعد ـــــ

ذیل میں بیان کی گئی خود نوشت ایک ایسی باعزم خاتون کی کہانی ہے جس کی پرورش گرجا گھر کے مذہبی ماحول میں ہوئی لیکن زندگی کا مقصد اس کے لئے ایک سربستہ راز ہی رہا۔ اس راز کو جاننے کے لئے اس نے کئی راستوں کی جادہ پیمائی کی لیکن منزل تو دور کی بات ہے نشان سفر ملنا بھی مشکل مرحلہ بن گیا۔ تاہم حق کی تلاش کا یہ سفر اس نے جاری رکھا۔ پھر باری تعالیٰ کا حکم ہوا اور نور ہدایت کی کرنیں ظلمتوں کی وسعتوں کو چیرتی ہوئی قلب بنت حوا پر اترنے لگیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
(البقرہ : ۲۵۷)

"اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے' وہ انہیں نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی کی طرف"۔
لاریب یہ اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر اس کے باطن کو نورِ ہدایت سے منور کر دیتا ہے۔ لیکن ہم جو وراثتی طور پر مسلمان ہیں اس کیفیت سے بالکل ہی نابلد ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن ہمارے یہاں بیٹیوں کے جہیز کا ایک عنصر بن کر رہ گیا ہے یا پھر کسی طاق یا الماری کی زینت۔ حالانکہ یہ وہ عظیم کتاب ہے جو دل و نگاہ کے زاویے بدل دیتی ہے۔ کاش کہ ہم بھی قرآن کی تعلیم اور اس کی حقیقتوں کو سمجھ پاتے اور انہیں اپنے دل میں اتار لیتے' تو رب کی زمین پر کہیں فساد نہ ہو تا کہ جب جبینیں خلوص دل کے ساتھ وحدہ لاشریک کے سامنے جھک جائیں تو انسان اپنے رب کا بندہ بن کر اس لڑی میں پرو دیا جاتا ہے جو بندے کو بندے سے جوڑ کر اسے کائنات سے جوڑ دیتی ہے۔

دیگر بچوں کی طرح میری پیدائش بھی جس ماحول میں ہوئی اس پر عیسائیت کا گہرا اثر تھا۔ والدین مجھے انجلیکن چرچ میں لے گئے جہاں مجھے بپتسمہ دیا گیا۔ جب میری عمر اسکول

جانے کی ہوئی تو مجھے گرجے میں واقع اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں ہمیں یسوع کی وہ کہانی بار بار ذہن نشین کرائی گئی جو انجیل میں درج ہے۔ یسوع کی اس کہانی نے مجھے بہت متاثر کیا اور میرا اکثر وقت گرجا گھر ہی میں گزرنے لگا جہاں نیم تاریک ماحول میں جلتی ہوئی شمعیں، صلیب پر لٹکے ہوئے یسوع کا مجسمہ اور کنواری مریم کی تراشیدہ مورتیاں عجیب سی پراسراریت پیدا کئے ہوئے ہوتیں۔ پھر راہبوں کے لمبے لمبے چغے جنہیں وہ اپنی کمر کے گرد رسیوں سے باندھے ہوئے ہوتے' ننوں کے اسکارف سے ڈھکے ہوئے سر اور حضرت داؤد علیہ السلام کی نظموں کو پڑھے جانے کی پس پردہ موسیقی اور دعائیہ انداز' یہ سب کچھ انتہائی پراسرار سا لگتا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ ان دنوں مذہبیت پوری طرح چھائی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا اور اسی دوران بائبل سے بھی میری شناسائی زیادہ ہوتی گئی۔

ایسا تعلیمی ماحول جہاں ہر شے عیسائیت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی یقیناً کافی سخت گیر قسم کا تھا۔ لیکن دوران تعلیم مجھے یہ موقع ضرور ملا کہ میں دیکھوں کہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے اور جس پر میں یقین رکھتی ہوں' کیا عملی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ حقیقت کی تلاش نے مجھے آہستہ آہستہ اس نہج پر پہنچا دیا جہاں مجھے یہ کامل یقین ہو چلا کہ میرے گرد جو بھی ہے وہ مذہبی سہی مگر اطمینان بخش نہیں ہے۔

جب میں تعلیم سے فارغ ہوئی اس وقت تک میرا عیسائیت پر سے ایمان بالکل اٹھ چکا تھا' بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک عیسائی تعلیمی ادارے سے فراغت کے وقت میں ایک اچھی عیسائی خاتون ہونے کے بجائے پکی ملحد ہو چکی تھی۔ لیکن الحاد کا یہ دور ایک عبوری دور تھا۔

کچھ عرصے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرے قلب اور روح کو اطمینان مذہبی تعلیمات ہی سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن کم از کم عیسائیت مجھے وہ اطمینان اور سکون قلب نہیں دے سکتی جس کی مجھے تلاش ہے۔ چنانچہ میں نے دنیا کے دیگر مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کی ابتدا میں نے بدھ مت سے کی اور نہایت ہی شوق کے ساتھ "کپل وستو" کے پیش کردہ "طریق ہشت گانہ" کا مطالعہ شروع کیا تاکہ زندگی کے کٹھن راستے کو سکون قلب کے ساتھ طے کیا جا سکے' لیکن جلد ہی مجھے یہ احساس ہو گیا کہ بدھ کے طریق ہشت گانہ کے مقاصد بظاہر تو دلکش ہیں' لیکن سفر حیات کے لئے جس رہنمائی اور راستے کی ضرورت ہوتی ہے

بدھ مت اس سے بالکل تہی دست ہے۔

جہاں تک ہندو مت کا معاملہ ہے عیسائیت کے تین خداؤں کے مقابلے میں یہاں مجھے سینکڑوں خداؤں سے واسطہ پڑ گیا۔ ان میں بڑے دیوتا بھی تھے اور چھوٹے بھی' محدود اختیار والے خدا بھی تھے اور خبیث ارواح بھی۔ پوجاپاٹ میں جہالت اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ انسانی اعضاء کی پوجا کی بھی تعلیم دی گئی تھی۔ اس مذہب کا ادب بے سروپا قصوں اور داستانوں پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ سرپ وید (سانپوں کے قصے)' پشاچ وید (چڑیلوں کے قصے) اور اسرو وید (شیطانوں کے قصے) ایسی کتابیں ہیں جنہیں وقت گزاری کے لئے تو پڑھا جاسکتا ہے لیکن بطور ایمان قبول نہیں کیا جاسکتا۔

پھر میں نے یہودیت کے بارے میں بھی تھوڑا سا پڑھا گو کہ بائبل کے عہد نامہ قدیم سے رابطے کے باعث میرا یہودیت سے تھوڑا بہت تعارف تھا' تاہم مزید مطالعے سے خاص طور پر "تالمود" کی تعلیمات سے آگاہی کے بعد مجھے علم ہوا کہ یہودیت دراصل عصبیت' نفرت اور نسل پرستی کے فلسفے پر مبنی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی تمدنی ترقی کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔

ان مذاہب کے مطالعے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میں ایک تاریک رات میں گھنے جنگلوں کے درمیان کھو گئی ہوں اور راستے کے نشان کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ چرچ کی تعلیمات کا اثر تھا کہ میرے لاشعور میں اسلام کے خلاف نفرت اور عصبیت اس طرح گھر جمائے بیٹھی تھی کہ تلاش حق کے سفر کے دوران مجھے یہ خیال ہی نہ آیا کہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جائے۔ جب میں اس جاں کناں اذیت سے گزر رہی تھی تو میری ایک دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ تم روحانیت کی جانب کیوں رجوع نہیں کرتیں۔ وہ مجھے شہر سے باہر ساحل سمندر کے کنارے یا پھر کسی ایسی جگہ لے جاتی جہاں صرف ہوا کا شور یا پرندوں کی چہچہاہٹ ہوتی۔ اس نے مجھے تنفس کو قابو کرنے کے لئے کچھ مشقیں بتائیں لیکن میرا دل جلد ہی ان تمام تجربات سے اکتا گیا۔ حقیقی مذہب کی تلاش اب بھی میرا مشن تھا۔

اسی دوران ایک مقامی اخبار میں یسوع کی الوہیت کے بارے میں ایک مضمون شائع

ہوا۔ میں نے بائبل کے حوالے سے ایک جوابی مضمون تحریر کیا جس میں عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے بے شمار حوالہ جات سے یسوع کے الوہیت کے عقیدے پر کافی شدید تنقید کی گئی تھی۔ میرے مضمون کی اشاعت کے بعد مجھے بہت سارے خطوط موصول ہونا شروع ہو گئے، جن میں اس موضوع کے بارے میں بڑی تفصیل سے بحث کی جاتی۔ انہی خطوط میں مجھے ایک مسلمان کا خط موصول ہوا جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو رد کر کے اسلام کے ایک بنیادی عقیدے کو تسلیم کر لیا ہے اور آپ کے مسلمان ہونے میں صرف اتنا مختصر سالمحہ باقی رہ گیا ہے جتنا کہ ایک کلمہ پڑھنے میں صرف ہوتا ہے۔ اس خط نے تو گویا میری دنیا ہی بدل ڈالی اور میں نے مختلف لوگوں کے ساتھ اسلام کے بارے میں گفتگو اور آگاہی حاصل کرنے کا آغاز کر دیا۔ ہر گفتگو کے بعد میرے لاشعور میں بیٹھی ہوئی اسلام کے خلاف عصبیت دم توڑ دیتی اور بالآخر میں نے تسلیم کر لیا کہ صحرائے عرب کے جس شخص نے، بقول اس کے، جو الہامی تعلیمات پیش کی ہیں اور جن قوانین کو متعارف کروایا ہے، ہماری بیسویں صدی کی انتہائی ترقی یافتہ حکومتیں بھی ان قوانین کا نعم البدل پیش نہیں کر سکتیں۔ میرے لئے یہ بات باعث حیرت تھی کہ ہماری حکومتوں نے کافی تگ و دو کے بعد جو بہترین قوانین بنائے ہیں وہ اسلام نے چودہ سو سال پیشتر ہی متعارف کرا دیئے تھے۔ اسلام کے مطالعے کے دوران میں برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کے علاوہ ان لڑکیوں سے بھی ملتی رہی جنہوں نے عیسائیت کو خیرباد کہہ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن قلب کی وہ طمانیت جس کا میں خیال کیا کرتی تھی اب بھی مجھ سے کوسوں دور تھی۔ یہ لڑکیاں ہر طرح سے میری مشکلات دور کرنے میں مدد کرتیں۔ میں نے اسلام سے متعلق کئی کتب کا مطالعہ جاری رکھا۔ ان میں "دین اسلام"، "محمدؐ اور عیسیٰؑ" اور "عیسائیت کا ماخذ" جیسی کتب شامل تھیں۔ آخر الذکر کتاب پڑھنے کے بعد مجھ پر یہ حیرت ناک انکشاف ہوا کہ قدیم دیومالائی مذاہب کے بیشتر عقائد اور رسومات آج بھی صرف نام کی مختصر سی تبدیلی کے بعد عیسائیت میں مستعمل ہیں۔

بہرحال زیر مطالعہ کتب کے علاوہ میں نے قرآن کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ شروع شروع میں تو ایسا تھا جیسے کسی کتاب کے بعض ابواب محض سمجھنے کی خاطر دہرائے جائیں۔

مجھے دراصل یقین ہی نہ تھا کہ میں اس کتاب سے کچھ حاصل بھی کر رہی ہوں یا نہیں' لیکن قرآن' جیسا کہ میں نے پایا' صرف انہی کی رہنمائی کرتا ہے جو واقعتاً کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں' اور یہ سب کچھ بہت ہی آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن سب سے پہلے ہماری روح کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے اور جب قلبی کیفیات بدلنا شروع ہوتی ہیں تو روح بھی بتدریج آلودگیوں سے پاک ہوتی چلی جاتی ہے۔ بالآخر ایسا وقت بھی آجاتا ہے جب جسم اور روح یک جان و قالب ہو کر ایک مطہر آبِ رواں کی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اب بڑا خوشگوار احساس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیات دراصل ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم محسوس تو کر سکتے ہیں' بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے الفاظ میں وہ وسعت ہی نہیں کہ تطہیر قلب کے اس پاکیزہ عمل کو بیان کیا جا سکے۔

بہرحال قرآن کا مطالعہ میری عادت سی بن گیا' آفس کی مصروفیات اور ضروری کاموں سے فراغت کے بعد سونے سے قبل ہر رات میں قرآن کا مطالعہ ضرور کرتی۔ نہ جانے کتنی ہی راتیں اس طرح گزر گئیں۔ اگر میں قرآن کو رکھ دینا چاہتی تو بھی ایسا نہ کر سکتی۔ جوں جوں قرآنی ذوق مجھ پر چھاتا گیا اس کی تعلیمات میری سمجھ میں آتی گئیں۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس قدر مکمل اور جامع رہنمائی سے مزین یہ کتاب ایک اُمّی انسان کی معرفت کس طرح پیش کی گئی ہوگی۔ خود مسلمانوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ محمد ﷺ کسی آسمانی مخلوق سے تعلق رکھتے تھے یا کوئی مافوق البشر انسان تھے۔ قرآنی مطالعے نے مجھے یہ بتایا کہ جتنے بھی پیغمبر آئے' بشمول محمد ﷺ تمام کے تمام انسان ہی تھے' لیکن عام انسانوں سے وہ صرف اس قدر مختلف تھے کہ ایک تو وہ معصوم تھے اور دوسرے یہ کہ ان پر باری تعالیٰ کی جانب سے وحی کا نزول ہوا کرتا تھا۔ مجھے یہ بھی علم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر آنے والی وحی کوئی نئی بات نہ تھی۔ بائبل کے عہد نامہ قدیم کے کئی حوالہ جات ایسے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے تمام جلیل القدر انبیاء پر وحی آیا کرتی تھی حتیٰ کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب اناجیل کے جملوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کی جانب سے آئے ہوئے احکامات کی تعمیل کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہ بات میرے لئے ایک معمہ بنی رہی کہ اس ترقی یافتہ دور میں ایک بھی ایسی

شخصیت پیدا نہیں ہوئی جس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے کوئی کتاب تحریر کی ہو اور یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس کی یہ کتاب بھی الہامی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے جب میں نے قرآن سے رجوع کیا تو مجھے علم ہوا کہ محمد ﷺ اللہ کی جانب سے مبعوث کردہ رسولوں میں آخری رسول ہیں، اور یہ بات ہے بھی حقیقت کہ نئے پیغمبر کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب اس کے پیش رو پیغمبر کی تعلیمات اور اس پر نزول کردہ الہامی تعلیمات میں تحریفیں کر دی گئی ہوں۔

لیکن قرآن، جیسا کہ اس کے مصنف اللہ نے خود دعویٰ کیا ہے کہ "ہم ہی نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے" (الحجر : ۹) گزشتہ چودہ صدیوں سے اپنی اصل حالت میں موجود ہے اور اس میں کسی ایک حرف کی تبدیلی یا تحریف بھی ریکارڈ نہیں کی جا سکی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ الہامی تعلیمات اپنی اصل شکل میں بلا کسی تحریف و تغیر کے موجود ہیں تو کسی نئے نبی یا نئی کتاب کی ضرورت ہی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور بات جو میرے مشاہدے میں آئی وہ یہ تھی کہ قرآن نے ان لوگوں کو جنہیں اس کتاب پر ذرا سا بھی شک ہے بڑے احسن طریقے سے اپنی جانب متوجہ کیا ہے۔ قرآن نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو اس کتاب کے الہامی ہونے میں ذرا سا بھی شک و شبہ رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اسی طرح کی کوئی ایک سورت ہی تحریر کر کے بتا دیں (یونس : ۳۸)۔ تب میرا خیال تھا کہ آج کے عہد جدید میں جب کہ الفاظ کی تلاش کے لئے بہترین سے بہترین لغت موجود ہے، ہم محمد ﷺ کے زمانے کے مقابلے میں قرآنی ادب سے بہتر ادب تحریر کر سکتے ہیں اور پھر ایک چیلنج کے طور پر میں نے یہ کام شروع کیا۔ لیکن میں جب بھی قلم اور کاغذ لے کر بیٹھتی الفاظ میرا ساتھ چھوڑ جاتے اور ذہن پر جیسے تاریکی سی چھا جاتی۔ پھر میں یہ بات جان گئی کہ ایسا ادب تحریر کرنا جس میں انسان کے دائمی مسائل کا حل موجود ہو کم از کم میرے لئے ناممکن ہے۔ میرے دوست اور رشتہ دار جب مجھے ملنے آتے تو میرے کمرے میں اسلامی کتب دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے۔ چونکہ چرچ کے متعصبانہ رویے نے انہیں دین اسلام کا سخت دشمن بنا رکھا تھا لہٰذا اکثر مواقع پر وہ بحث کے دوران اسلام پر نہایت رکیک قسم کے حملے کرتے۔ مثلاً تعددِ ازدواج کو ہی لے لیجئے۔ انہوں نے مجھے اس

بات پر قائل کرنے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرلی کہ انسانی تمدن میں جو پہلی ترقی نظر آتی ہے وہ مغرب کے یک زوجی فلسفے کی مرہون منت ہے' جبکہ اسلام ایک جاہلانہ دور کی معاشرتی خرابی "کثیر ازدواجیت" کو اب بھی سنبھالے پھر رہا ہے۔

اس بات کا ذکر جب میں نے اپنی مسلمان دوست سے کیا تو اس نے اخبارات کے تراشوں اور خواتین کے مجلوں سے نکالے ہوئے مضامین میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ آپ ان کو دیکھئے اور بتایئے کہ مغرب کو یک ازدواجیت پر جتنا فخر ہے اور اسے جتنا تہذیب یافتہ ہونے کی علامت گردانا جاتا ہے اس کی فی الحقیقت کیا صورت حال ہے اور برطانوی معاشرہ یک زوجیت پر کس حد تک عمل پیرا ہے؟ زناکاری کے باعث ہمارے معاشرے کی اخلاقی اقدار جس تیزی سے زوال پذیر ہو رہی ہیں اور ناجائز بچوں کی بڑھتی ہوئی شرح نے خاندان کی اکائی کو تباہ کرڈالا ہے اس کا احساس ابھی تک ہمارے ارباب حکومت کو نہیں ہو سکا۔ ہماری نئی نسل والدین کی اخلاقی و روحانی تربیت کے بغیر فرسٹریشن کا شکار ہے اور وہ اپنے مصائب کا حل منشیات اور انتقامی جذبے کی تسکین کے لئے جرائم کو پناہ گاہ سمجھتی ہے۔ بزرگوں کا ادب اور احترام تو ہمارے معاشرے میں ایک قصہ پارینہ ہی بن چکا ہے۔ اسی طرح کی دیگر قباحتیں ہیں جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ چکی ہیں۔ ان قبیح برائیوں' خاص طور پر زناکاری اور حرمتِ نسوانیت کے تحفظ کے لئے درحقیقت ہمارے پاس "کثیر ازدواجیت" کے سوا اور کوئی حل ہے ہی نہیں۔ اور میں خود بھی یہ دیکھ سکتی تھی کہ خصوصاً دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر جبکہ برطانوی معاشرے میں مردوں کی ہلاکت کے بعد خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد تنہا رہنے پر مجبور ہو گئی تھی' تو انہیں کس قدر اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ملکی معیشت کو سہارا دینے اور سب سے بڑھ کر اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے برطانوی خواتین نے بڑی تیزی کے ساتھ وہ پیشے اختیار کئے جہاں کام کرکے نہ صرف ان کی نسوانیت ختم ہو گئی بلکہ گھر میں سارا دن تنہا رہنے والے بچے بھی اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو گئے۔ سب سے زیادہ قابل رحم حالت وہ تھی جب خواتین کی اچھی خاصی تعداد نے بھوک مٹانے کے لئے عصمت فروشی کا دھندہ شروع کر دیا۔ کیا خدا نے ان عورتوں کو ایسی ہی زندگی گزارنے کے لئے زندہ رکھ چھوڑا تھا؟ یہ وہ سوال تھا جو

میری طرح کم و بیش ہر خاتون کے ذہن میں ضرور کلبلا تا ہو گا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک ریڈیو پروگرام میں جس کا عنوان "جنابِ والی" تھا ایک باکرہ انگریز خاتون نے کہا تھا کہ مردوں کو کثیر ازدواجیت کا قانونی حق ہونا چاہئے۔ وہ خاتون تو یہاں تک کہہ گئی کہ آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لئے اسے کسی شادی شدہ مرد کی بیوی کی قانونی شراکت میں رہنا بسروچشم قبول ہے۔ اسلام کی کثیر ازدواجیت کے بارے میں عیسائیت نے جو زہر گھولا ہوا ہے اس کی حقیقت اب مجھ پر منکشف ہوئی۔ اسلام نے کثیر ازدواجیت کو لازمی قرار نہیں دیا ہے کہ ہر مرد ضرور ہی ایک سے زائد شادیاں کرے' لیکن ایک مکمل دین میں ہر صورتحال اور ہر زمانے کے مسائل سے متعلق جو ضروری مواقع ہونے چاہئیں (جیسا کہ ہمارے یورپی معاشرے میں درپیش مسائل ہیں) وہ دین اسلام میں موجود ہیں اور ایسا دین ہی تمام انسانیت کا دین بن سکنے کا اہل ہوتا ہے۔

بہرحال اس طرح میں بتدریج اسلامی تعلیمات کو قبول کرتی گئی اور پھر ایک دن میں نے اپنے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسلام کو قبول کرنے کے بعد میرے دل اور میری روح کو وہ طمانیت حاصل ہو گئی جس کی تلاش میں' میں عمر بھر بھٹکتی رہی۔ یہ اطمینان اس لئے بھی تھا کہ میں نے محض جذبات کی رو میں آکر اسلام قبول نہیں کیا تھا' بلکہ اسلام سے متعارف ہونے کے دو برس بعد تک میرے اندر حقائق کو تسلیم کرنے کے لئے مشاہدے اور دلائل کی جنگ جاری رہی[1] اور ہر سوال کے اطمینان بخش جواب کے بعد ہی ایسا ممکن ہوا کہ ظلمتوں میں گم شدہ راہی کو اپنی اصلی منزل کا نشان مل گیا۔

---

[1] "جسے تباہ و برباد ہونا ہو وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے برباد ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے زندہ رہے"۔ (الانفال : ۴۲)

دُودن امیرِ تنظیم اسلامی کی معیّت میں

ماڈل ٹاؤن ہمک' اسلام آباد میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے دعوتی دورے کی قدرے مفصل رپورٹ

ابو عمیر مہرانی

وطن عزیز میں جوں جوں خدا بیزار اور غیر عادلانہ نظام کا شکنجہ اہل وطن کے گرد تنگ ہو تا جا رہا ہے' عوام الناس میں بالعموم جبکہ تعلیمیافتہ طبقے میں بالخصوص ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔ چونکہ ماحول کی بے چینی روحانی اضطراب کا باعث بنا کرتی ہے' اس لئے فطری طور پر دین متین کی طرف رغبت میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ غالباً اسی بناء پر حکیم الامت نے نوجوانان ملت کو بہت پہلے یہ مشورہ دیا تھا کہ۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ان حالات میں جب سلیم الفطرت اصحاب کے سامنے خالص اور ٹھیٹھ دینی دعوت پیش کی جائے تو وہ اسے سمجھنے کے لئے بلا تامل آمادہ ہو جاتے ہیں' اس لئے کہ خارج کے اضطراب کے باعث پہلے ہی وہ تلاش حقیقت میں سرگرداں ہوتے ہیں لہٰذا ان کے قلوب دعوت الی اللہ کے لئے موافق ہو چکے ہوتے ہیں۔ آج جس طرح کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے' اس میں اب داعیان دین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی ذہنی و علمی سطح کے مطابق حکمت اور تسلسل کے ساتھ دعوت دین پہنچائیں۔ صحیح نہج پر اور لگن کے ساتھ جدوجہد کی جائے تو اللہ تعالیٰ یقیناً ایسی محنت کو نتیجہ خیز بناتے ہیں۔

اسرہ ماڈل ٹاؤن ہمک کا تعارف

اسلام آباد کے مضافات میں واقع جدید قصبہ ماڈل ٹاؤن ہمک تقریباً صد فی صد اعلیٰ تعلیم یافتہ آبادی پر مشتمل ہے۔ یہاں ہماری انقلابی دعوت کا تعارف ستمبر ۹۴ء سے شروع ہوا۔ اس سے

قبل یہاں کے لئے ابلاغ دعوت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بحمداللہ آغاز دعوت کے دو ہی ماہ بعد یہاں اسرہ قائم ہو گیا اور یوں بفضل تعالیٰ مارچ ۹۵ء تک یہاں سے چار نئے رفقاء میسر آ گئے۔ دروس و خطابات کا سلسلہ آغاز ہی سے تسلسل اور باقاعدگی سے جاری ہے' بلکہ اس مختصر عرصے میں زعماء تنظیم میں سے دو اصحاب محترم کو یہاں درس قرآن کے لئے بلایا جا چکا ہے۔ اکتوبر ۹۴ء میں ناظم حلقہ آزاد کشمیر جناب خالد محمود عباسی نے جامع مسجد قباء میں درس قرآن دے کر یہاں کار دعوت کے لئے بنیاد فراہم کی۔ بعد ازاں اپریل ۹۵ء میں مرکزی ناظم تربیت و بیت المال جناب چودھری رحمت اللہ بٹر نے بھی اسی مسجد میں جامع و مدلل درس قرآن دے کر انقلابی دعوت کو وسعت بہم پہنچائی۔

ماڈل ٹاؤن ہمک میں امیر محترم کے دورہ کا مختصر پس منظر

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور رفقاء کی محنت و لگن کے باعث تیزی سے ہونے والے دعوتی توسیع کے پیش نظر راقم کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کبھی امیر محترم کو یہاں دعوت خطاب دے کر اسلام کے انقلابی پیغام کو موثر انداز میں متعارف کرایا جائے۔ خلوص و اخلاص پر مبنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی مشیت خاص سے موافق حالات پیدا فرما دیا کرتے ہیں' اس لئے کہ اللہ کریم کا تو وعدہ ہے کہ " ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم "چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کی تکمیل اور اپنے کلمے کی سربلندی کی دعوت کو قبول عام دینے کے لئے جلد ہی موقع پیدا فرما دیا۔ ۲۶ مارچ کو امیر محترم صدر مملکت سے ملاقات اور کچھ دیگر مصروفیات کی غرض سے اسلام آباد تشریف لائے تو راقم اس موقع پر ماڈل ٹاؤن سے سات احباب کی ملاقات کرانے کے لئے امیر محترم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی تائید و نصرت سے سات میں سے تین احباب نے وہیں امیر محترم سے بیعت سمع و طاعت اختیار کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔ راقم نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے امیر محترم کی خدمت میں ماڈل ٹاؤن میں دعوت کی اثر پذیری کا تعارف کراتے ہوئے پر زور درخواست کی کہ آپ اسی دورے کے دوران ماڈل ٹاؤن تشریف لا کر خطاب فرمائیں تاکہ دعوتی کام کو مزید تقویت ملے۔ امیر محترم نے اس علاقے کا دورہ کرنے کی ضرورت کو تو تسلیم فرمایا لیکن اپنی مصروفیات کے پیش نظر اس وقت تشریف آوری سے معذرت کر لی' البتہ جلد ہی خصوصی وقت نکال کر ماڈل ٹاؤن تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔

محترم ناظم حلقہ جناب شمس الحق اعوان مئی ۹۵ء میں ہونے والے عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے بعد واپس تشریف لائے تو انہوں نے یہ مژدہ سنایا کہ امیر محترم ماہ جون میں ماڈل ٹاؤن ہمک میں تشریف لائیں گے لٰہذا پروگرام مرتب کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس طرح ماڈل ٹاؤن ہمک میں خطاب جمعہ کے لئے ۹ جون کی تاریخ محترم ناظم حلقہ نے متعین کر دی۔ تاریخ کا تعین ہونے کے فوراً بعد جامع مسجد قباء کے خطیب محترم جناب مولانا حافظ عبدالغفور صاحب کی وساطت سے مسجد انتظامیہ سے خطاب جمعہ کے لئے اجازت حاصل کر لی گئی۔

امیر محترم کی آمد کی تشہیری مہم

۲ جون کو اسرہ کے ماہانہ تنظیمی اجتماع میں رفقاء نے پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر تفصیلی مشاورت کے بعد وسیع پیمانے پر تشہیر کے لئے ایک جامع پلان تیار کر لیا۔ عشرۂ محرم کے باعث سپیکر کے ذریعے اعلان پر تو پابندی تھی' تاہم یہ طے کیا گیا کہ پورے ماڈل ٹاؤن کے ایک ایک گھر میں ہینڈ بل کے ذریعہ دعوت پہنچائی جائے۔ مزید بر آں اہم مقامات پر بینر بھی آویزاں کئے جائیں۔ پروگرام کی تفصیلات طے ہونے کے بعد محترم ناظم حلقہ نے دو ہزار کی تعداد میں ہینڈ بل اور تیرہ عدد بینر تیار کرائے۔ کام کی وسعت کے پیش نظر راولپنڈی تنظیم کے مختلف اسرہ جات کے رفقاء و معاونین کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ مجموعی طور پر نو رفقاء معاونین نے تشہیری مہم میں مقامی رفقاء کی نصرت فرمائی۔

۶ جون بروز منگل تمام رفقاء و معاونین کو نماز عصر مسجد الیاس میں ادا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نماز کے بعد رفقاء کے دو گروپ تشکیل دیئے گئے' اس طرح رفقاء نے ماڈل ٹاؤن کے ایک سرے سے ہینڈ بل کی تقسیم کے ذریعے دعوت کا آغاز کر دیا۔ بحمداللہ رفقاء نے انتہائی تیزی سے کام کرتے ہوئے نماز مغرب تک ماڈل ٹاؤن کے تین چوتھائی حصے میں گھر گھر ہینڈ بل پہنچا دیئے۔ نماز مغرب کے بعد تین رفقاء نے بینر لگانے کے کام آغاز کر دیا۔ بحمداللہ سہالہ' کاک پل اور سواں کیمپ کے علاوہ اندرون ماڈل ٹاؤن مجموعی طور پر سات بینر لگا کر اس دن کا کام ختم کر دیا گیا۔ اگلے روز بقیہ علاقے میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ ۷ جون کو ماڈل ٹاؤن میں ہینڈ بل کی تقسیم کا کام بطریق احسن مکمل ہو گیا' جبکہ اسی رات رواٹ اور اندرون ماڈل ٹاؤن میں مزید پانچ بینر بھی لگائے۔

اگلے روز ۹ محرم کی چھٹی کے باعث رفقاء نے علی الصبح کام شروع کر دیا۔ ماڈل ٹاؤن کے مضافاتی دیہاتوں میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے' جبکہ کہوٹہ روڈ پر ایک اہم اور مرکزی قصبے ہرد و گہر میں

ایک بینر لگایا گیا اور ہینڈ بل کے ذریعے دعوت بھی دی گئی نیز اسی شام برادرم نیاز احمد نے روات شہر میں ہینڈ بل تقسیم کیے۔

رفقاء نے انتہائی محنت و لگن سے امیر محترم کے خطاب کی اطلاع نہ صرف ماڈل ٹاؤن بلکہ قرب و جوار کے دیہات و قصبہ جات میں بھی پہنچا دی۔ ۹ جون کو نماز فجر کے بعد ہی رفقاء نے مسجد کے صحن اور ملحقہ تعمیری پلاٹ میں شامیانے لگوانے اور صفیں بچھانے کا کام ذوق و شوق سے شروع کر دیا۔

امیر محترم کا ورود مسعود

ٹھیک نو بجے محترم ناظم حلقہ کی معیت میں امیر محترم تشریف لے آئے۔ ان کے ہمراہ محترم نائب امیر جناب ڈاکٹر عبد الخالق اور محترم ناظم اعلیٰ جناب عبد الرزاق بھی تھے۔

امیر محترم کے قیام کے لئے حلقہ کے احباب میں سے محترم لیاقت علی اعوان کے گھر اہتمام کیا گیا تھا۔ برادرم لیاقت علی امیر محترم کے دروس قرآن کے پرانے سامع و مداح ہیں۔ انہوں نے کمال درجہ ایثار کرتے ہوئے دو دن کے لئے اپنا گھر مکمل طور پر امیر محترم کے لئے خالی کر کے اہل خانہ کو والدین کے یہاں منتقل کر دیا۔

ہمک میں امیر محترم کا خطاب جمعہ

بارہ بجکر دس منٹ پر امیر محترم مسجد قباء تشریف لے آئے۔ ٹھیک سوا بارہ بجے آپ نے خطاب شروع فرمایا۔ خطاب شروع ہونے سے قبل ہی مسجد کا ہال بھر چکا تھا۔ امیر محترم نے سورۃ الروم کی آیت " ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس " کے حوالے سے اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا اور ملک کے ابتر حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے قیام پاکستان کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے وعدے کو پورا نہ کرنے کی پاداش قرار دیا۔ انہوں نے قیام پاکستان کے پس منظر کو اجمالاً بیان فرمانے کے بعد اس کے استحکام کے لئے یہاں نظام اسلام کے غلبہ کا لازمی و لابدی ہونا واضح فرمایا۔ انہوں نے مسلمانوں کو خلافت ارضی دیئے جانے کے وعدہ خداوندی اور اس کی پیشگی شرائط یعنی ایمان و عمل صالح کو بھی بیان کیا اور واضح فرمایا کہ غلبہ دین کا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر چل کر ہی شرمندہ تعبیر ہو گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ محض وعظ و نصیحت کرنے یا الیکشن میں حصہ لینے سے انقلاب ہرگز نہیں آئے گا' اس لئے کہ

جب تک ملک میں جاگیرداری اور سرمایہ داری اپنی بدترین شکل میں موجود ہیں آزادانہ رائے دہی ممکن ہی نہیں جبکہ ان خباثتوں کو ختم کرنے کے لئے انقلاب کے سوا کوئی حل نہیں۔ انہوں نے ایران کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ایرانی قیادت اگر تاقیامت بھی الیکشن لڑتی رہتی تو کبھی بھی شاہ کے مظالم سے چھٹکارا پا کر نظام میں تبدیلی نہیں لا سکتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے یک طرفہ جنگ کو اختیار کیا، جس میں ایرانیوں نے جانوں کے نذرانے تو یقیناً پیش کئے لیکن کسی قسم کا تشدد یا مسلح مزاحمت نہیں کی اور اسی بنا پر ایشیاء کی سب سے بڑی قوت رکھنے والا شاہ ایران بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا، اس لئے کہ فوج نے اپنے ہموطنوں کو مزید بے گناہ قتل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آج عوام جتنے بھی مسلح ہو جائیں وہ پیشہ ور افواج کی حامل حکومت کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے، اس لئے کہ طاقت میں کوئی نسبت و تناسب ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اولاً ایسے افراد تیار کرنے ہوں گے جو واقعتاً اپنی ذات اور اپنے گھر میں خلافت الٰہیہ قائم کر چکے ہوں۔ ایسے لوگ جب مناسب اور مطلوبہ تعداد میں ہو جائیں گے تب لادینی نظام کو پرامن مظاہروں اور گھیراؤ کے ذریعے چیلنج کرنا ہو گا۔

امیر محترم نے سوا گھنٹے کے مختصر خطاب میں انقلابی دعوت کو خوبصورتی اور جامعیت سے حاضرین کے سامنے پیش فرما دیا۔ تقریباً ساڑھے سات آٹھ سو سامعین نے انتہائی دلچسپی سے امیر محترم کا خطاب سنا۔ اجتماع کے غیر معمولی ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نماز کے لئے کیا گیا انتظام کم پڑ گیا۔ ماڈل ٹاؤن کی آبادی کے تناسب اور شہر سے الگ تھلگ ہونے کے حوالے سے یہ ریکارڈ اجتماع تھا۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ محرم کی تعطیلات کے باعث سامعین کی ایک معقول تعداد خطاب سننے سے محروم بھی رہی ہے۔ اس موقع پر کتب کا سٹال بھی لگایا گیا تھا، جس سے حاضرین نے کثیر تعداد میں کتب خریدیں۔

امیر محترم کے خطاب کے فوراً بعد مسجد قباء کے خطیب محترم نے مختصر گفتگو فرماتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کے خیالات کی تائید فرمائی اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنے کی موثر ترغیب بھی دلائی۔ نماز جمعہ کے بعد محترم خطیب صاحب نے محترم ڈاکٹر صاحب کے برادر عزیز جناب اقتدار احمد مرحوم و مغفور کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت کرائی اور محترم ڈاکٹر صاحب کے جذبہ دینی اور ایثار کی تعریف فرماتے ہوئے کہا کہ جو لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں لگ جاتے ہیں تو کوئی حادثہ بھی ان کے قدم ڈگمگا نہیں سکتا۔

امیر محترم کا ایمبیسیڈر ہوٹل میں خطاب

امیر محترم نمازِ عصر کے فوراً بعد اسلام آباد کے لئے روانہ ہو گئے جہاں ایمبیسیڈر ہوٹل آب پارہ میں "انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ" کے زیر اہتمام سیمینار میں امیر محترم کا خطاب طے تھا۔ سوا چھ بجے امیر محترم نے "امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل" کے زیر عنوان خطاب شروع کیا۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کا عظیم حصہ اس وقت نیو ورلڈ آرڈر کی زد میں آ چکا ہے، جو فی الحقیقت یہودی شکنجہ ہے جبکہ نصاریٰ اس کے ایجنٹ کی حیثیت سے اس پر عمل در آمد کر رہے ہیں۔ عالم عرب تو پوری طرح اس شکنجے میں جکڑا جا چکا ہے جبکہ پاکستان اور ایران ہٹ لسٹ پر ہیں۔ ایران پر تو امریکہ بہادر معاشی پابندیوں کا اعلان کر چکا ہے جبکہ پاکستان کو فی الحال تحریص اور دھمکی کے ہتھکنڈوں سے رام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس تمام صورتحال کی اصل وجہ امت کا اپنی بناء فضیلت کو ترک کر دینا ہے۔

رفقاء اور احباب سے ملاقاتیں

امیر محترم کے خطاب کے ساتھ ہی نماز مغرب پر یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ بعد ازاں امیر تنظیم اسلامی اسلام آباد جناب رانا عبد الغفور کے گھر پر شام کے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ امیر محترم اپنے قافلے سمیت وہاں پہنچے تو محترم رانا صاحب نے اپنے حلقہ دعوت میں سے متعدد احباب کو امیر محترم سے ملاقات کے لئے مدعو کر رکھا تھا۔ احباب کے ساتھ تقریباً گھنٹہ بھر سوال و جواب کی عمومی نشست جاری رہی۔

اگلے روز نماز فجر کے فوراً بعد محترم ناظم حلقہ کی معیت میں اسرہ مسلم ٹاؤن کے نقیب برادرم اسرار الحق رکن جماعت اسلامی جناب عبد القیوم کو امیر محترم سے خصوصی ملاقات کے لئے لیکر آئے۔ ناشتے تک افہام و تفہیم کے انداز میں یہ ملاقات جاری رہی۔ ناشتے اور کچھ دیر آرام کے بعد پہلے سے طے شدہ سوال و جواب کی نشست ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے نو بجے تک جاری رہی۔ تقریباً پچیس تیس احباب نے سوال و جواب کی اس نشست میں شرکت کی۔ امیر محترم نے تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے۔ ساڑھے دس بجے سے ایک بجے تک کا وقت خصوصی ملاقاتوں کے لئے طے تھا۔ سولہ احباب نے امیر محترم سے انفرادی ملاقاتیں کیں، جن میں مسجد قباء کے خطیب محترم بھی شامل تھے۔ امیر محترم نے خطیب صاحب کے دینی جذبے اور معتدل طرز عمل کی تعریف کی۔ نصف گھنٹے تک یہ ملاقات جاری رہی۔ ریڈیو پاکستان کے ریٹائرڈ

ڈائریکٹر برائے دینی پروگرام جناب عبدالحئی قریشی صاحب نے بھی امیر محترم سے ملاقات کی۔ محترم قریشی صاحب سے امیر محترم کی تیس پینتیس سالہ پرانی یاداللہ ہے۔ قریشی صاحب نے امیر محترم کو ابلاغ دعوت کے حوالے سے کچھ مشورے دیئے۔ امیر محترم نے محترم قریشی صاحب کو علمی و تحقیقی کاوشوں کے ساتھ ساتھ اقامت دین کی انقلابی جدوجہد میں حصہ لینے کی ضرورت و اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔ حلقہ احباب میں سے جناب شبیر الحسن صاحب نے بھی محترم ڈاکٹر صاحب سے تفصیلی ملاقات کی۔ قیام پاکستان کے حوالے سے انہوں نے مختلف امور پر اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کئے جو امیر محترم کے تحریر و آراء سے مطابقت رکھتے ہیں۔ گو کہ انہوں نے ابھی امیر محترم کی کتب کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا۔ اس لئے امیر محترم نے اس ذہنی ہم آہنگی کی بناء پر محترم شبیر الحسن صاحب کے خیالات کو سراہا اور انہیں تفصیلی ملاقات کی دعوت دی نیز ان موضوعات پر اپنی کتابیں پڑھنے کا مشورہ بھی دیا۔

انشاء اللہ العزیز امیر محترم کا یہ دو روزہ دورہ توسیع دعوت کے لئے سنگ میل ثابت ہو گا اور اصحاب عزم و ہمت اس قافلے کے دست و بازو بنیں گے۔ اب اصل ذمہ داری رفقاء اسرہ پر آن پڑی ہے کہ میر کارواں اپنی خرابی صحت اور کیفیت صدمہ کے باوجود ماڈل ٹاؤن جیسے قصبے میں قرآنی دعوت کا جو بیج ڈال گئے ہیں' اسے اپنے خون جگر سے لہلہاتی فصل میں تبدیل کر دیں۔

امیر محترم نماز عصر کے بعد ناظم حلقہ محترم شمس الحق اعوان صاحب کی معیت میں اسلام آباد روانہ ہو گئے جہاں سوک سنٹر میلوڈی میں انجمن خدام القرآن راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام انجمن کی تعارفی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز مغرب تک امیر محترم نے موجودہ درپیش مسائل کا قرآنی حوالے سے بھرپور تجزیہ پیش فرمایا اور حاضرین کو پر زور انداز میں رجوع الی القرآن کی دعوت دی' اس لئے کہ قرآن سے دوری ہی ہمارا باعث زوال ہے اور اسی کی طرف دوبارہ رجوع ہمارے عروج کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس نشست کے اختتام پر سامعین میں انجمن کا تعارفی کتابچہ بھی تقسیم کیا گیا تاکہ وہ انجمن کے دست و بازو بن کر اس دعوت قرآنی میں حصہ لے سکیں۔

فلسطینی بھائیوں کی طرف سے عشائیہ

نماز مغرب کے بعد ایف ۸/۱ اسلام آباد روانگی ہوئی' جہاں اقصیٰ فاؤنڈیشن میں فلسطینی بھائیوں کی طرف سے امیر محترم اور ان کے رفقاء کو دعوت طعام دی گئی تھی۔ فلسطینی بھائی انتہائی

محبت و عقیدت سے پیش آئے۔ کھانے کے بعد اقصیٰ فاؤنڈیشن کے مقامی انچارج صاحب نے فلسطین میں یہود کے مظالم اور ان کی اسلام دشمن سازشوں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ امیر محترم سے انہوں نے بعض علمی امور پر گفتگو بھی کی۔ اس مجلس کے اختتام پر انہوں نے امیر محترم اور ان کے ساتھیوں کو نہایت تپاک سے رخصت کیا۔ اور یوں ایک بار پھر ماڈل ٹاؤن روانگی ہوئی۔

انسان کی سوچ مخلصانہ ہو اور اس پر مستزاد کسی عالم باعمل کا قرب بھی میسر آجائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ عمل کی راہیں کھول دیتے ہیں۔ برادرم لیاقت علی نے جس جذبہ دینی اور ذوق و شوق سے امیر محترم کے قیام کے لئے اپنا گھر پیش کرنے کا ایثار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کا اخروی اجر تو ضرور عطا فرمائیں گے البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کی نصرت کے لئے قبول فرما کر گویا انہیں نقد اجر یہیں عطا فرما دیا۔ برادر عزیز نے ۱۱ جون کو نماز فجر کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے اقامت دین کی انقلابی جدوجہد میں عملی شمولیت اختیار فرمائی۔ انہوں نے جہاں اپنے لئے اس عمل سے رضاء الٰہی کا سامان کیا ہے وہیں رفقاء اسرہ کے حوصلوں کو بڑھانے کا باعث بھی بنے ہیں کہ "ساتھیو مشعلوں کو تیز کرو"۔ یوں امیر محترم کے دورے کے ثمرات کا آغاز ان کی موجودگی میں ہو گیا۔ اللھم زد فزد۔

صبح سات بجے حلقہ احباب میں سے جناب منظور احمد نے امیر محترم سے ملاقات کی۔ منظور احمد صاحب یونیورسٹی میں امیر محترم کے مرحوم بھانجے جناب عبداللہ طاہر کے کلاس فیلو رہے ہیں۔ بعد ازاں رفقاء اسرہ نے اجتماعی طور پر امیر محترم سے الوداعی ملاقات کی اور محترم اقتدار احمد صاحب کی وفات پر امیر محترم سے تعزیت کی۔ نیز راقم نے اپنی اور رفقاء اسرہ کی جانب سے امیر محترم کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ امیر محترم کی آمد ہمارے انفرادی فریضے کی ادائیگی میں مؤثر مدد ثابت ہوئی ہے اور فرمان رسول اللہ ﷺ بھی ہے کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

امیر محترم کی اسلام آباد سے روانگی

آٹھ بجے محترم ناظم حلقہ امیر محترم کو لے جانے کے لئے تشریف لے آئے۔ یوں پونے نو بجے راقم نے امیر محترم اور دیگر زعماء تنظیم کو ماڈل ٹاؤن سے رخصت کیا۔ یہاں سے رخصت ہو کر یہ قافلہ اسلام آباد میں انجمن خدام القرآن کے صدر محمد صدیق صاحب (صابرہ) کے گھر کی طرف

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

سانحہ چرار شریف
پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ

فرزانہ ناز۔ جلالپور جٹاں

چند سال قبل بابری مسجد کی شہادت پر پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔ ذرائع ابلاغ چیخ اٹھے' ریلیاں' پرامن مارچ' ہڑتالیں' بھوک ہڑتال' احتجاجی بیانات اور مضامین' الغرض وہ سب کچھ ہوا جو ایک "پرامن قوم" کیا کرتی ہے یا کر سکتی ہے۔ اور اس امت سے بڑھ کر کوئی اور قوم بھلا پرامن ہو سکتی ہے؟--- پھر دن گزرتے گئے' زخم مندمل ہوتا گیا' امتِ مسلمہ کا احتجاج سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ بھارت اور کشمیر کے کروڑوں مسلمانوں کے رستے ہوئے زخموں کو نظرانداز کر کے پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک حسب سابق بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات خوشگوار بنانے کے لئے کوشاں ہو گئے۔ بھارت پر واضح ہو گیا کہ یہ ایک بے ضرر امت ہے۔ چنانچہ بھارت نے پھر پوری جرات سے حضرت بل کی درگاہ کا محاصرہ کر کے اس کے اندر مظلوم مسلمانوں کو زندہ لاشیں بنا دیا اور درگاہ کو نذر آتش کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل کھڑے ہوئے۔ پھر جیسے صبح کا بھولا شام کو گھر پلٹ آتا ہے اسی طرح انہوں نے بھی شام ہوتے ہی اپنے اپنے گھر کی راہ لی گویا راستہ بھول گئے تھے۔

آج بھارت نے حضرت نورالدین ولیؒ کی درگاہ چرار شریف اور ملحقہ مسجد کو شہید کر دیا ہے۔ چند ایک اسلامی ممالک نے کشمیریوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے کے ساتھ ساتھ بھارت پر نکتہ چینی بھی کی ہے اور پاکستان نے یوم سیاہ منا کر یہ ثابت کیا ہے کہ اب ہمارے اندر روشنی ختم ہو چکی ہے۔

افسوس آج بھارت کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں۔ شہ رگ پاکستان خون میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ حیرت ہے اپنی ہی شہ رگ کے زخم پاکستان کے جسم پر کوئی اثر نہیں دکھا رہے۔ کشمیر کو ہضم کرنے کے لئے بھارت نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں' لیکن اپنی شہ رگ کی حفاظت کے لئے پاکستان چند روپے بھی ضائع نہیں کر سکتا؟۔ پاکستان کے پر جوش نعروں کا جواب بھارت میدان جنگ میں دینا چاہتا ہے لیکن پاکستان اسے مذاکرات کی دعوت دے کر گویا یہ تاثر دے رہا ہے کہ ہماری زنگ آلود تلواریں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اگر مسئلہ کشمیر کا حل یوم سیاہ' احتجاجی مظاہرے اور مذاکرات کی میز ہوتی تو یہ مسئلہ کبھی کا حل ہو چکا ہوتا۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ بھارت مذاکرات کے بجائے "مذاق رات" کر کے کشمیر کو ہضم کرنے کے لئے وقت حاصل کرتا رہا ہے۔ بھارت ہر آن کشمیر کے جسم سے خون نچوڑ رہا ہے۔ وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی نسل کشی کر کے وہاں ہندو آباد کئے جا رہے ہیں۔ خدانخواستہ خدانخواستہ اگر شہ رگ پاکستان پر دشمن کی گرفت مضبوط ہو گئی تو پاکستان کتنا عرصہ زندہ رہ سکے گا؟---"Now or Never" کی پالیسی پر عمل کرنے کا یہی موقع ہے۔

پاکستان دنیائے اسلام میں مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرے اور اسے کشمیریوں پر ہونے والے مظالم سے آگاہ کرے۔ اسلامی ممالک پر زور دے کہ بھارت کے ساتھ اپنے تجارتی اور سفارتی تعلقات منقطع کر لیں' خصوصاً بھارت کو تیل نہ دیا جائے۔ پاکستان خود بھی بھارت کے ساتھ تعلقات منقطع کرے اور مذاکرات سے دل بہلانے کے بجائے عملی اقدامات کرے۔ بھارت نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے تلوار بلند کی ہے تو مسلمان بھی تلوار کا جواب تلوار سے دیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

کیاپردہ محض "رواج" ہے؟

مظہر علی ادیب ' ایم-اے (اسلامیات)

بعض کوتاہ اندیش لوگ شرعی پردے کو محض "رواج" سمجھتے ہیں' حالانکہ پردہ یا حجاب قرآن اور سنت کا ایک ایسا حکم ہے جس کی حقانیت پر پوری ملتِ اسلامیہ کا اجماع ہے۔ بالفاظِ دیگر مسلمانوں کے تمام چھوٹے بڑے فرقے بلا تخصیص پردے کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن کی سورۂ نور' سورۂ احزاب اور سورۂ نساء کی روشنی میں علماء کرام نے اپنی تصنیفات میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو پردہ ترک کرنے پر مجبور کرے تو بیوی کو ایسے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے۔ شریعت میں پردہ کی اہمیت کا اندازہ صرف اس ایک امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عورت کو دفناتے وقت بھی پردے کا مکمل اہتمام کیا جاتا ہے اور نامحرم مرد اس کے مُردہ جسم کو ہاتھ نہیں لگاسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ الواقعہ (آیت ۲۶) میں نیک آدمیوں کی زوجیت کے لئے جن حوروں کا ذکر فرمایا ہے' ان کے لئے "المَکْنُون" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ "مَکْنُون" کے لغوی معنی چھپے ہوئے یا پوشیدہ کے ہیں۔ اللہ اللہ! بہشت میں بھی حوروں کو محفوظ رکھے ہوئے "آبدار موتی" سے تشبیہ دے کر مستور رکھا گیا ہے۔

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں بھی پردہ رائج تھا۔ آج بھی بائبل میں "برقعہ" کا لفظ موجود ہے۔ پورا جملہ یوں ہے: "تم سے کہا گیا تھا کہ عورتوں کو نہ دیکھو' میں یہ کہتا ہوں کہ تم ان کے برقعوں پر بھی نظر نہ ڈالو"۔ مدائن' فارس' یوران اور اسپارٹا میں بھی پردے کے رواج کا پتہ چلتا ہے۔ تورات کے سِفرِ پیدائش باب ۲۴ میں درج ہے: "اسحٰق نکلے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے شام کے وقت' ادھر سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا جس میں ربقہ تھیں۔ انہوں نے ان کو دیکھ کر برقع لیا اور اس سے پردہ کرلیا"۔

عیسائیوں کے مذہبی رہنما پولس کے خط میں' جو قرنیتوں کے نام ہے' گیارھویں باب

میں لکھا ہے :

"... عورت کو چاہئے کہ اپنے سر پر عزت کا پردہ رکھے!"۔ پھر لکھا ہے "... کیا عورت کے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ بے پردہ خدا سے دعا کرے؟... اسے بال پردے کے لئے دیئے گئے ہیں"۔

اشعارِ عرب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ عزت اور ممتاز گھرانوں میں چہرے تک کا پردہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔ عنزہ بن شداد نے اپنے قصیدوں میں قناع یعنی مقنع (چہرہ مخفی کرنے کا لباس) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ نابغہ زبیانی نے اپنے اشعار میں "نصیف" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مقنع کے اس نصف حصہ کو "نصیف" کہا جاتا ہے جس سے چہرہ کو چھپایا جاتا ہے۔ ابوالنجم عجلی نے "سقوط البرقع" کی ترکیب استعمال کی ہے اور جناب سید مرتضٰی علم الہدی نے اپنی کتاب "امالی" میں اس ترکیب کی باقاعدہ تشریح کی ہے۔ شاعر عباسی ' ربیع بن زیاد ' اور ابن دینہ نے بھی اپنے اشعار میں پردے اور بالخصوص چہرے کے نقاب کا ذکر کیا ہے۔

برِعظیم پاک و ہند کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے تمام مسلمان رہنماؤں کی مستورات باپردہ تھیں اور وہ باقاعدہ برقعہ پہنتی تھیں۔ ان رہنماؤں میں سرسید احمد خان اور علامہ اقبال جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔ علامہ اقبال نے ایک بے پردہ عورت کے ساتھ افغانستان کا دورہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور جنوبی افریقہ میں انگریزوں کی گورنری کو بھی محض اس وجہ سے ٹھکرا دیا تھا کہ انہیں اپنی بیگم صاحبہ کو بے پردہ کرکے مخلوط محفلوں میں لے جانا پڑتا تھا۔ برعظیم کے علماء کرام نے سالہاسال کی تحقیق و جستجو کے بعد "پردہ" کے موضوع پر بیسیوں ضخیم اور قابلِ قدر کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان میں سے بعض اہم کتابوں کے دنیا کی کئی دوسری زبانوں میں ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ درد مند ناول نگاروں نے ناول اور حساس شعراء کرام نے نظمیں تحریر کیں۔ "پردے" کے موضوع پر مصر اور دنیائے اسلام کے دوسرے ممالک کے دانشوروں کی عظیم تصنیفات کے اردو میں ترجمے کئے گئے۔ ایران میں اسلامی انقلاب آیا تو دیہات تک میں "پردہ" نافذ ہو گیا۔ سعودی عرب میں بھی شرعی پردہ قانوناً نافذ ہے۔

الغرض "پردہ" کوئی رسم و رواج یا روایت نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت کا حکم ہے اور عبادت ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں عورت کے لئے گھر کے اندر اور باہر "پردے" کی حدود کا واضح طور پر تعین کر دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ستر و حجاب کی وضاحت فرما دی ہے۔ اضطراری کیفیات یا تمدنی ضروریات کے تحت پردے میں جتنی نرمی کی گنجائش ممکن ہے' شریعت نے اس کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ بیشک شریعت نے عورت کے گھر سے باہر کے پردے کے لئے کوئی خاص وضع مقرر نہیں کی ہے اور خواتین اپنے اپنے ملک کی آب و ہوا اور انفرادی وسائل کے مطابق پردے کی وضع کو خود متعین کر سکتی ہیں' تاہم برعظیم پاک و ہند میں معززین کے گھرانوں میں صدیوں سے مسلسل استعمال کی وجہ سے "برقعہ" اسلامی پردے کی علامت اور ایک خاص تقدس و اہمیت کا حامل بن چکا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی (شعبہ اسلامیات علی گڑھ یونیورسٹی کے رکن) نے ایک مرتبہ چند طالبات کو "مسلم یونیورسٹی" میں بغیر برقعہ کے دیکھا تو صدمے کے مارے کرسی سے نیچے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ امریکہ کی نو مسلم خواتین نے بھی پردے کی غرض سے پاکستان سے کئی بار برقعوں ہی کے نمونے منگوائے ہیں۔ "برقعہ" مسلمان عورت کے ملی تشخص کو برقرار رکھتا ہے۔ مرحوم آپا نثار فاطمہ نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ قبر میں میرے ساتھ میرا برقعہ بھی دفنایا جائے۔ ممتاز ماہر تعلیم اور صدر پاکستان مسلم ویمن ایجوکیشن کانفرنس ڈاکٹر مس خدیجہ فیروزالدین (مرحوم) نے یورپ' سوویت یونین اور مشرق وسطیٰ کا دورہ برقع پہن کر کیا تھا۔

ہمارے سیاستدانوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ عقلمند بننے کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ خالق اپنی مخلوق کی نفسیات یا طبیعت کو ان سے بہتر جانتا اور سمجھتا ہے۔ پردے کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ کیا وہ اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہمارے موجودہ معاشرے میں روز افزوں جنسی بے راہ روی' صنفی انتشار اور ازدواجی زندگی میں عدم استحکام کا اصل سبب بے پردگی اور مرد اور عورتوں کے درمیان آزادانہ میل ملاپ ہے؟ درحقیقت اسلام نے پردے کے ذریعے عورت کی عصمت و عفت کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے اور اس کے حسب نسب کو بگاڑ سے بچایا ہے۔ عورت کی جسمانی ساخت کا تقاضا ہے کہ

مَردوں کی نسبت اس کی اندرون خانہ اور بالخصوص بیرون خانہ سرگرمیوں پر کچھ زیادہ اخلاقی پابندیاں عائد کی جائیں۔ ان پابندیوں کی تعمیل میں پوری انسانیت کی فلاح مضمر ہے اور ان کی عدم تعمیل میں پوری نوع انسانی کی تباہی مقدر ہے۔ یقین نہ آئے تو مشرق و مغرب کی [illegible]

32/16/36

بقیہ : رفتار کار

روانہ ہوا۔ جہاں مختصر قیام کے بعد ہزارہ ڈویژن کے دورے کے آغاز پر ہری پور کے لئے روانگی ہوئی' جہاں اسی شام آفاق ہوٹل میں امیر محترم کا خطاب تھا۔ اس طرح ماڈل ٹاؤن میں امیر محترم کے یادگار اور پر سعادت دو روزہ قیام کا اختتام ہوا جو بلاشبہ رفقاء اسرہ کے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ نیز راقم کے لئے بھی یہ دورہ زندگی کی عظیم خواہش کی تکمیل تھا۔ میر کارواں کی خدمت کے موقع کو راقم اپنے لئے عظیم سعادت سمجھتا رہے گا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ازلی ہے کہ سعادت و اعزاز کی کماحقہ قدر نہ کی جائے تو وہی اعزاز وبال جان بلکہ فرد جرم کا باعث بھی بن جایا کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ وہ تمام رفقاء اسرہ کو اس اعزاز کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے لئے ہمہ تن جد و جہد کرنے کی توفیق اور ہمت و لگن عطا فرمائے۔ آمین۔ OO

بقیہ : حسن عمل کی فضیلت....

"تورات میں ہے کہ شجر ممنوعہ کے پھل کھانے کی ترغیب آدم کو حوا نے دی تھی' اس لئے نافرمانی کا پہلا قدم جو انسان نے اٹھایا وہ عورت کا تھا' اسی بنا پر یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہو گیا کہ عورت کی خصلت میں مرد سے زیادہ برائی اور نافرمانی ہے اور وہی مرد کو سیدھی راہ سے بھٹکانے والی ہے۔ لیکن قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ شیطان نے دونوں کو بہکایا اور دونوں یکساں طور پر ابلیس کے فریب میں آئے : "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ" (البقرہ : ۳۶) قرآن کریم نے تورات کے اس تصور کو باطل ٹھہرایا ہے"۔

32/16/36

مدیر ”ندائے خلافت“ اقتدار احمد مرحوم کی پہلی باقاعدہ تصنیف

جو ان کی زندگی میں شائع ہونے والی آخری کتاب بھی ثابت ہوئی !

ترکی کے ایک سفر کی تاثراتی روداد

جس میں وہ امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ہمرکاب تھے

زبانِ یارِ من ترکی ...

اسلوبِ نگارش کے اعتبار سے ایک منفرد سفرنامہ

جو قاری کو جابجا دعوتِ فکر بھی دیتا ہے اور اسلام کی عظمتِ پارینہ کے حوالے سے خون کے آنسو بھی رلاتا ہے۔

جس میں دورانِ سفر پیش آنے والے واقعات کی صحیح صحیح منظر نگاری بھی ہے‘ اور زبان و ادب کی چاشنی بھی!

جس میں حقائق کی نہایت عمدہ لفظی تصویر کشی ہی پر اکتفا نہیں کی گئی‘ ترکی کے قابل دید مقامات کی دیدہ زیب رنگین تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں

جسے بجا طور پر حسنِ معنوی اور حسنِ ظاہری کا دلآویز مرقع قرار دیا جا سکتا ہے

عمدہ کمپیوٹر کتابت‘ نفیس طباعت‘ دبیز سفید کاغذ‘ خوشنما سرورق‘ مضبوط دیدہ زیب جلد

صفحات ۲۰۰ ‘ قیمت۔/۱۲۰روپے

شائع کردہ : مکتبہ وحدتِ ملی‘ ۴۰۔بی‘ اردو بازار‘ فون ۷۲۲۸۸۷۲

نوٹ : رفقاء واحباب کی سہولت کے لئے یہ کتاب پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم تقریباً تمام تنظیمی مراکز میں مہیا کردی گئی ہے۔

ONTHLY
Meesaq
AHORE

REG No L. 7360
VOL. 44 NO. 7
July 1995